سوانح عمری

جہانگیر و نورجہان

مؤلفہ

مولانا احمد مرزا صاحب حیرت دہلوی

کرزن پریس دہلی

واقع محلہ پیپل مہادیو میں باہتمام منشی [illegible]

مالک مطبع جلوۂ اشاعت تازہ پاکر مقبول جہان ہوئی

سوانح عمری جہانگیر شاہ

ماہ اکتوبر سنہ ۱۶۰۵ء مطابق جمادی الاول سنہ ۱۰۱۴ھ کو جہانگیر تخت نشین ہوا۔ جہانگیر نے عنان حکومت اپنے ہاتھ مین
لیتے ہی دیکھا کہ ہندوستان ہند اکے شمال تک بخوبی قبضہ اقتدار مین آچکا ہے اور جہان کہین شان و شوکت سے
شہنشاہی پھریرہ اڑرہا ہے۔ گو بنگال مین عثمان سرکشی پر آمادہ تھا مگر پھر بھی ایک محدود جگہ مین اُسے بند
کردیا گیا تھا کہ وہ وہین پڑا ہوا ہاتھ پیر مارے اور اپنی بغاوت کا اثر چند ان ہندوستان پر نہ ڈال سکے
سانا اودے پور سے بھی مخاصمت رہی تھی تاہم جہانگیری کے فیو مین جنگین ہوئین اور شہنشاہی کی فتح متصور ہوئی
لیکن [illegible] شاہی گورنمنٹ کی بنیاد بھی متزلزل ہوا [illegible] اور جہانگیری رعب داب اچھے طور سے
تھا۔ جہانگیر نے تخت پر بیٹھکر وہ اس اولوالعزمانہ اور فیاضانہ طبیعت سے ان بوڑھے ارکان کے ساتھ سلوک
کیا جنکی نسبت اکبر وصیت کرگیا تھا۔ جہانگیر نے انکی عزت افزائی کی اور انکو وہی عہدہ برقرار رکھا۔
اس نے سختی کے ساتھ ممانعت کردی کہ ہرگز کسی صوبہ کے حاکم سوداگرون کے صندوق اور گٹھر کھولکر نہ دیکھا کرین
تاوقتیکہ وہ رضامند ہون (تاریخ الفنسٹن صفحہ ۵۱۵) اسکے خلاف اپنی مختصر تاریخ ہند صفحہ ۱۶۱ مین
لکھتا ہے کہ جسوقت ٹامس رو سورت مین آیا تو اس کے اسباب کی زبردستی حاکم سورت نے تلاشی لی۔ ہرچند
اس نے کہا کہ مین شاہ انگلستان کی طرف سے جہانگیر کے دربار مین ایلچی بنکر آیا ہون مگر کسی نے نہ سنا اور ان
صندوقون کی بھی تلاشی لی جسمین شاہ انگلستان نے شہنشاہ ہند کے لیے تحفے بھیجے تھے۔

ملِ کے جتنے اقوال ہین سب مین سوائے ہٹ دھرمی اور تعصب کے کچھ نہین پایا جاتا۔ [illegible]
[illegible] کا پتہ کسی زمانہ کی تاریخ مین بھی نہین ملتا۔ الفنسٹن لکھتا ہے کہ اگرچہ
حکم دیدیا تھا کہ اگر کسی نے شراب یا کوئی منشی شے پی تو اسے ناقابل [illegible]
کے وہ قواعد جو اکبر نے جاری کیے تھے بحال رہے بہت سے قوانین مین ترمیم
[illegible] کہ اوسے مذہب کا خود بہت کم خیال تھا تاہم اسے اپنی [illegible]

وہ الفاظ استعمال کیے ہیں

جس بات نے کہ اکبر سے زیادہ جہانگیر کو مشہور کر دیا وہ یہ تھا کہ جہانگیر نے ایک زنجیر اپنے محل کی دیوار سے نیچے لٹکوا دی
تھی صرف اس لحاظ سے کہ اگر کسی شخص کا کہیں انصاف نہ ہوا ہو اور وہ مجھ سے شکایت کرنا چاہتا ہے تو اس زنجیر
کو ہلا دے۔ زنجیر اس سونے کے گھنٹے سے بندھی ہوئی تھی جو جہانگیر کے خاص آرام گاہ میں رکھا ہوا تھا۔ جو شخص
زنجیر کو ہلاتا جہانگیر فوراً بلوا لیتا۔ اور اسکا انصاف کرتا۔

ابھی چار مہینے جہانگیر کو تخت پر بیٹھے ہوئے تھے کہ خسرو جہانگیر کا بیٹا یکایک آگرہ سے بھاگ نکلا۔ بعض مصنفین
تحریر کرتے ہیں کہ جہانگیر اپنے فرزند خسرو سے اس طرح پیش آتا تھا جیسا کہ شفیق باپ اپنے فرزند دلبند سے۔ کوئی
بات جہانگیر کی طرف سے ایسی نہیں ہوئی کہ جو خسرو کی نظروں میں جہانگیر کو مشتبہ بناتی۔ [illegible] سنہ ء
مطابق ۸ ذی الحجہ ۱۰۱۴ھ کی نصف شب جہانگیر کو ایک خواجہ سرا نے بیدار کیا اور عرض کیا کہ خسرو معہ اپنے چند
مصاحبین کی ہمراہ دہلی کی طرف چلے گئے ہیں۔ جہانگیر نے فوراً کچھ سوار اس کے تعاقب کے لیے روانہ کیے اور
علی الصباح فوج کثیر لیکر آپ بھی عازم دہلی ہوا۔

خسرو کو تین سو سواروں کا گروہ ملا جو کہ ساتھ شریک ہو گئے دہلی کے کل اضلاع لوٹتا ہوا پنجاب پہنچا تیس ہزار
سرکش ابتک خسرو کے مددگار ہو گئے تھے۔ یہ کثیر جمعیت ابھی لاہور پر پورا قبضہ کرنے کیلئے مستعد ہی تھی کہ جہانگیر
آندھی اور مینہ کی طرح لاہور جا پہنچا۔ خسرو کو یہ امید نہ تھی کہ یکایک جہانگیر آفت کی طرح سر پر ٹوٹ پڑے گا۔
اپنی کل جمعیت کے ساتھ شاہی فوج پر حملہ کیا۔ خسرو کامیاب نہ ہوا بلکہ متواتر شکستیں کھا کر کابل کی طرف بھاگا
وہاں [illegible] میں سے گذرنا چاہتا تھا کہ فوراً گرفتار کر لیا گیا اور سونے کی زنجیروں میں
بندھ کر باپ کے آگے حاضر ہوا۔ جن لوگوں نے بغاوت میں پرنس خسرو کی شرکت کی تھی وہ سب گرفتار ہو کر کے
جنکی بابت جہانگیر نامہ صفحہ ۸۸ اور ۸۹ میں تحریر ہے کہ تین سو باغیوں کو لاہور کے دروازے پر پھانسی کر
اس سختی اور دشواری سے قتل کیا کہ جسکی خبر اچھے اچھے بہادروں کے کلیجے تھرا دیتی تھی۔ پرنس خسرو کو ہاتھی پر
بٹھا کر اس سزا پانے والے گروہ کے آگے نکالا گیا انہوں نے باواز بلند خسرو سے کہا حضرت! آپکے سبب سے
ہمیں ہم پر یہ مصیبت پڑی ہے۔ خسرو کی آنکھوں سے آنسو بہتے تھے۔ تین دن تک جہانگیر [illegible]
نہ کھانا کھایا نہ پانی پیا اور پھر اسکی عمر کا حصہ نہایت مصیبت اور آفت میں گذرا [illegible]
[illegible] تاریخ ۱۶۲۲ء مطابق ذی الحجہ ۱۰۳۱ ہجری کہ موسم بہار میں جہانگیر کابل [illegible]

خسرو پر اس قدر نوازش ہوئی کہ اسکی زنجیرین کھولدی گئیں اور قلعہ کے باغ مین چلنے پھرنے کی کے لیے حکم دیدیا گیا۔ جہانگیر نے آگرہ واپس آکر مہابتخان کی سرکردگی مین مہارانا اودے پور کیطرف فوج روانہ کی اور دوسری فوج خانخانان کی سرکردگی مین دکن روانہ کی۔ آخرالذکر فوجکی کمان برائے نام شہزادہ پرویز کو عنایت کی جو ابھی بچہ ہی تھا اور اسے کسی قسم کا تجربہ نہین ہوا تھا۔ یہ دونون لشکر ۱۶۰۸ء مطابق ۱۰۱۷ ہجری کو روانہ ہوئے۔

اس عرصہ مین پٹنہ مین ایک قطبیہ شخص نے بغاوت کا جھنڈا پرنس خسرو کو باغی دیکھکر بلند کیا کثرت سے لوگ اسکے ساتھ شریک ہوگئے۔ اس نے چاہا کہ گورنر پر حملہ کرکے اسے مقید کرلے گورنر نے دلیری سے جنگ کی اور اس باغی کو گرفتار کرکے سر اڑا دیا۔ چھہ برس جہانگیر کو حکومت کیے ہوئے گذر گئے تھے کہ نورجہان کی شادی کی تحریک جہانگیر شروع ہوئی۔ اسکی مفصل کیفیت ہم نورجہان کے حال مین درج کرینگے۔ نورجہان کی شادی ہونیکے بعد ۱۶۱۲ء مطابق ۱۰۲۱ ہجری کو عثمان کے مرنیسے بنگال مین امن و امان ہوگیا اور تمام ملک اچھے طور سے جہانگیر کا مطیع ہوگیا۔ صرف دکن کا جھگڑا ملک امبر حبشی کے سبب باقی تھا۔ جہانگیر نے ارادہ کیا کہ دکن پر چارون طرف سے حملہ آور ہون چنانچہ عبداللہ خان والی گجرات نے دکن پر اپنی جانب سے حملہ کیا اسی اثنا مین پرنس پرویز کی ماتحتی مین خاندیش اور برار سے شاہی فوج نے حملہ کیا۔ اس فوجکی کمان درحقیقت خانجہان لودی اور راجہ مانسنگھ کرتے تھے ان دونون عظیم الشان لشکرون نے کوئی نمایان فتح دکن پر حاصل نہین کی ملک امبر کی جنگ کا طریقہ بالکل مرہٹون کی طرح تھا وہ فریب اور دغا سے جنگ کرتا تھا اپنی چالون سے اسنے شاہی لشکرون کو واپس پھرنے پر مجبور کیا۔

ادھر مہابت خان نے مہارانا اودے پور پر کامل فتح حاصل کرلی اور جہانگیر کا سکہ پورے طور سے اودے پور پر جما دیا۔ یہ فتح شہزادہ خرم (شاہجہان) کے نام ہوئی۔ مہارانا اودے پور نے اطاعت ظاہر کی اور صلح کا پیغام دیا۔ خرم نے فوراً منظور کرلیا۔ لاکھون روپیہ کے تحفے تحائف اپنے بیٹے کے ہمدست بھیجے اور شاہجہان کے ساتھ دہلی روانہ کیا۔ تمام ملک مہارانا کا فتح کرلیا گیا۔ خرم کا عہدہ جہانگیری فوج مین اعلی درجہ کا مقرر کیا۔ یہ فتح خرم ہی کے نام لکھی گئی۔ گو عزیز کو جہانگیر نے خرم کی مدد کے لیے روانہ کیا تھا مگر اسنے کچھ ایسے ہاتھ پاؤن نکالے کہ چند روز کے لیے گرفتار کرلیا گیا۔ اس فتح سے شاہجہان کی وقعت سلطنت مین اول نمبر کی تسلیم ہوئی اور اب اسپر آئندہ شہنشاہ ہونے کے لیے نظرین پڑنے لگین۔ سر ٹامس رو انگلستان سے اسی اثنا مین سورت پہونچا۔

۱۵۶۸ء مین ایسکس مین پیدا ہوا تھا۔ اسکی پیدائش کے وقت کوین الیزبتھ کو دس برس گدی پر بیٹھے گذر گئے تھے۔ ٹامس رو نے آکسفورڈ اور انس آف کورٹ مین تعلیم پائی تھی

رسم – قانون وغیرہ کا پورا علم تہا۔ وہ آداب شاہی کو بخوبی جانتا تہا اور اسے سفارت مین کامل ملکہ تہا۔ تہامس رو انگلستان سے فروری کے آخر مین روانہ ہوا اور ستمبر کو سورت پہونچگیا۔ انگریزی آگبوٹون پر انگریزی پہریرے اڑ رہے تہے اور سوار ہی تہامس رو کے لینے کے لیئے روانہ ہوئے اور بڑی شان شوکت سے استقبال کیا۔ ان لوگون نے ۴۸ فیرون کی سلامی اُتاری اسلیئے کہ رو کی ۴۸ برس کی عمر تہی۔ راہداری مین مغل افسرون نے تلاشی کے لیئے کہا۔ رو نے اپنے کو شاہی سفیر ثابت کیا لیکن وہان کسی نے نہین سنا اور رو کی تلاشی کی۔ الفنسٹن صاحب لکہتے ہین کہ جس مغل افسر نے تلاشی کرائی تہی اوسکو جہانگیر نے سزا دی کیونکہ اسکا حکم ہو چکا تہا کہ تاجرون کی مرضی کے خلاف تلاشی نہوا کرے۔ سورت مین تہامس رو کی خاصی خاطر و مدارات کی گئی۔ ایک گہر اسکے رہنے کے لیئے دیا گیا۔ اسوقت اجمیر مین جہانگیر تہا۔ اجمیر قرب راجپوتانہ چہ سو میل سورت کے شمال مشرق کی طرف ہے۔ تہامس رو اپنا اسباب روانہ ہونیکے لیئے درست کر رہا تہا کہ اتنے مین اسکے باورچی نے ایک آرمینین کی دکان سے شراب پی لی اور بازار مین سیر کرنے نکلا۔ گورنر سورت کا بہائی گہوڑے پر سوار چلا آرہا تہا۔ تہامس رو کے باورچی نے اپنی تلوار میان سے نکال کر انگریزی مین کہا۔ "آ اے کافر کتے"۔ اس بولی کو گورنر کا بہائی نہین سمجہا دریافت کرنے لگا کہ یہ کیا بکتا ہے۔ پہر باورچی نے نا معقولیت سے اسکی طرف دیکہا سورت کے گورنر نے اشارہ کر دیا کہ اس ملعون کو گرفتار کرلو۔ اسقدر جوتے پڑے کہ بیچارا بے کل پڑا۔ اور سیدہے جیلخانہ پہونچا دیئے گئے۔ تہامس رو نے گورنر کے بہائی کو ایک عرضی لکہی اور اس مین التجا کی۔ یہ عرض کیا کہ مجہے اجمیر روانہ ہونا ہے۔ قانوناً جس سزا کا وہ مستوجب ہے خیال کیجائے اُسے سزا دیکر چہوڑ دیا جائے۔ سر تہامس رو کی عرضی پر اسنے فوراً بغیر سزا دیئے چہوڑ دیا۔

ایک مہینے تک تہامس رو سورت مین مقیم رہا۔ مغل افسر تحفے تحائف اجمیر لیجانے کے لیئے تیاری کر رہے تہے۔ گاڑیان وغیرہ مہیا ہوگئین۔ مگر صرف برہانپور تک جو سورت کے مشرقی جانب دو سو پچاس میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس زمانہ مین برہانپور مغلون کی دکن فوج کا ہیڈکوارٹر تہا۔ مغلون نے اوسے کہا کہ برہانپور سے نئی گاڑیان تمہارے لیئے تجویز کر دیجائینگی۔ پندرہ دن مین ۲۵۰ میل راہ طے کی برہانپور مین پہونچکر مغلون نے حفاظت کے لیئے ایک گارڈ بہیجدیا۔ چونکہ پختہ مکانات کم تہے اسلیئے رو کو گارڈ کی حفاظت مین خیمون مین رہنا پڑا۔ ابہی خیمون مین رو نے قیام ہی کیا تہا کہ کوتوال برہانپور تہامس سے کہا [illegible] [illegible] کی مکان مین صرف [illegible] کرسکتے اور وہ سپاہی گرم تہے اسلیئے [illegible]

ولیر نے جہانگیر کے چال چلن پر سخت حملہ کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ جہانگیر شراب ہی نہ پیتا تھا بلکہ جنگلی سور کے گوشت
کھانے میں بھی بہت شائق تھا۔ یہ محض غلط ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ شارع نے شراب اور سور کو ایک
حکم میں رکھا ہے لیکن جھوٹے الزام سے کیا فائدہ جس میں سراسر تعصب و حسد کی بو آتی ہے

برہانپور پہونچنے کے دو دن بعد کوتوال ٹہامس رو کے پاس آیا اور یہ کہا کہ حضور شہزادہ عالم و عالمیان
پرویز نے یاد کیا ہے۔ رو خوشی کوتوال کے ہمراہ دربار شہزادہ میں حاضر ہوا دربار کے دروازے پر ہزارہا
سپاہ آہن پوش جو باپہرہ پر کھڑے ہوئے تھے انکے زبردست چوڑے چکلے سینے اور سرخ چہرے ونئے رو کی آنکھوں میں
چکا چوند کر دی۔ رو اندر جاتے ہی سلام کیا اور گیلری میں جو تخت کے گرد تھی اسکے اندر ٹہامس رو
جانے لگا فوراً وہان جانے سے روک دیا گیا اور باہر کھڑا ہونے کا حکم ہوا۔ پرنس پرویز نے رو کی طرف مخاطب
ہوکر کہا کہ اس گیلری میں نہ تو شاہ فارس اور نہ ترک سلطان داخل ہو سکتا ہے۔ شہزادہ نے کہا آمدت
باعث خوشنودی ما شد۔ پرویز نے بڑی عنایت و نوازش کی اور مہربانی سے پیش آیا۔ رو کے لیئے حکم دیا
کہ اجمیر جانے کے لیئے گاڑیان سرکاری طور پر مہیا کر دیجائیں۔ رو نے چند تحفے شہزادہ پرویز کی خدمت
میں پیش کیئے۔ شہزادہ نے مسکراتے ہوئے چہرہ سے ان تحفوں کو لے لیا اور کہا کہ چند منٹ تم ٹھیرو۔ ہم تم سے
علیحدہ گفتگو کرینگے۔ یہ کہکر پرویز دربار سے اٹھکر چلا گیا اور رو پلیٹ فارم پر منتظر رہا۔ تھوڑی دیر کے
بعد چوبدار نے آکر کہدیا کہ حضور شہزادہ عالم اسوقت نہیں مل سکتے کل ملیں گے۔ یہ سنکر رو چلا آیا۔
اسی شب کو ٹہامس رو کو بخار چڑھ آیا۔ نو دن تک بخار میں پڑا رہا دسویں دن بخار کی حالت میں اجمیر
روانہ ہوا۔ کچھ دن تک سفر کرتے منڈو میں قیام کیا کیونکہ یہاں پرانے زمانے کی یادگاریں قائم تھیں جو
جیسی خوش منظر تھیں ویسی ہی قدر تعریف کے قابل تھیں۔

منڈو ایک قلعہ کا شہر تھا جسکو سلطان مالوہ نے بنوایا تھا کوہ وندھیا کے سلسلہ پر یہ شہر آباد تھا۔ یہ شہر
میں سر آباد تھا نہایت خوبصورت تھا۔ ٹہامس رو کے دیکھنے سے پہلے ... پہلے فتح کرکے
تباہ کر دیا تھا۔ اسکی فصیلیں توڑ دی گئی تھیں اور اسکا قلعہ بھی بہت بڑا تھا ... جیسا آگرہ کی
قلعداری میں شاہی شہروں اور محلوں کی گت بنی۔ لال قلعہ بالکل مسمار کر دیا گیا یہاں صرف چہار دیواری
اسکی فصیل چاروں طرف سے توڑ دی گئی۔ اور یوں ہی آخر ہے۔ یہ بہت سچ ہے شعر ہر کہ آمد عمارت نو ساخت
منزل بدیگرے پرداخت تعین بڑے دن کو ٹہامس رو اجمیر پہنچا لیکن بیمار اس قدر تھا کہ اس سے

بستر پر سے سر اٹھایا گیا۔ جاڑے کا موسم آ چکا تھا اس لیئے سفیر رفتہ رفتہ اچھا ہوتا گیا اور آخر کار ۱۰ جنوری ۱۶۱۶ء
کو جہانگیر کی زیارت سے مشرف ہوا۔ شہنشاہ جہانگیر کے اوقات منضبط اور باقاعدہ تھے۔ جس محل میں
جہانگیر فروکش تھا وہ ایک بڑے رقبہ پر بنا ہوا تھا اور نہایت بلند وسیع و عریض پر شوکت فصیل کی دیواروں میں
گھرا تھا۔ اسکے بلند دروازے سے قدم رکھتے ہی کورٹ کا عالیشان ہال نظر آتا تھا اور اس کورٹ کے
آخر میں دربار کا بہت بڑا ہال تھا جہاں جہانگیر بیٹھکر مقدمات سلطنت سنتا یا کرتا تھا۔ غسل خانہ میں
جسکے ایک ایک انچہ پر لاکھوں روپے کے قیمتی جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ شام کو جہانگیر وہاں بیٹھا کرتا تھا
کوئی شخص جبتک خصوصیت سے نہ بلایا جائے اندر میں جانے نہ پاتا تھا۔ اس محل کے پیچھے کثرت سے
باغات تھے جہاں نہریں اور فوارے جاری تھے اور عجیب بہار تھی۔ باغوں کے آخر کونے میں ایک قبہ تھا
جس میں شہنشاہ شب کو آرام کیا کرتا تھا۔ اس قبہ میں ایک کھڑکی تھی جس میں سے چاروں طرف شہر کا دور و دراز
کا حصہ دکھائی دیتا تھا۔ اس کھڑکی کو جھروکا کہتے تھے یہ وہی جھروکا تھا کہ جہاں سے اکبر آفتاب کی پرستش
کرتا تھا اور نیچے سے لوگ اسکی آگے ڈنڈوت کیا کرتے تھے۔ محل کی حفاظت اندر سے عورتوں کے سپرد تھی یہ عورتیں
تاتاری اور کلموک کی قوم کی تھیں انکو قلماقنیان کہتے تھے۔ پانچوں ہتیاروں سے یہ ہر وقت آراستہ
رہتی تھیں اور ہمیشہ اپنے فرائض منصبی کے انجام دینے میں پختہ تھیں۔ یہ عورتیں خوفناک اور ہیبتناک صورت کی
تھیں۔ انکے گالوں کی ہڈیاں اٹھی ہوئی اور آنکھیں بہت چھوٹی چھوٹی تھیں جنسے خواہ مخواہ خوف معلوم ہوتا تھا
جو عورت کپتان تھی وہ بڑے چوڑے چکلے ہاتھ پیر کی تھی اور ہمیشہ شاہی غضب سے مخوف رہتی تھی۔

علی الصباح جہانگیر اس جھروکے میں بیٹھ جاتا تھا تمام درباری حاضر ہوتے تھے نیچے بہت لوگ سلام
کرتے اور عرض معروض گذرانتے۔ بھینسوں اور ہاتھیوں کی کشتیاں یا فوج کی قواعد بھی سے ملاحظہ
اقدس میں گذرتی تھی۔ نو یا دس بجے جہانگیر محل میں کھانا کھانے چلا جاتا تھا بارہ بجے پھر اسی جھروکے
میں جہانگیر نمودار ہوتا تھا اسوقت مختلف جانوروں کی لڑائی ہوتی تھی شیر اور آدمی کی لڑائی بھی اسوقت
روزمرہ ہوا کرتی تھی۔ تین چار بجے کے درمیان میں جہانگیر دربار ہال میں بیٹھا کرتا تھا جس کے کٹہرے پر سونے کی
جواہر سے جڑی ہوئی غلام گردش بنی ہوئی تھی۔ تمام وزرا اور درباری غلام گردش کے باہر دست بستہ
کھڑے ہوتے تھے اسوقت بادشاہ پردیسیوں سے بہ آزادی ملا کرتے تھے اصل میں سفیروں کے
بھی یہی وقت ملاقات کا تھا۔ مختلف فرمانوں پر دستخط کرتا اور گھوڑوں [illegible]

ہوا کرتا تھا — اُن امرا کے پیچھے ہزار ہا آدمی کھڑے رہتے تھے جو حضور عالی جاہ کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ انہیں عام اجازت تھی کہ وہ چاہے جس وقت آزادی سے آئیں اور آزادی سے کھڑے رہیں۔ ابھی دربار میں پورے چار بجے دسویں جنوری کو تہامس رو جہانگیر کے دربار میں حاضر ہوا۔ سر تہامس رو اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے کہ جیسے لندن کے تھیٹر میں مصنوعی بادشاہ بنایا جاتا ہے بعینہٖ یہی نظارہ جہانگیر کے دربار کا تھا۔
کتنے ظلم کی بات ہے۔ استغفر اللہ۔ تہامس رو سے پہلے کس جیبالی نے شہنشاہی دربار میں باریابی حاصل کی تھی کہ تھیٹر والے شہنشاہی دربار کی نقل کرنے لگے تھے۔ ایسی جہل اور بے بنیاد باتوں کے اڑانے سے نتیجہ کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ تخت پر شہنشاہ بیٹھا ہوا اپنی نظریں چاروں طرف دوڑا رہا تھا۔ ارکان سلطنت عرض کرتے جاتے تھے اور جہانگیر کی طرف سے ان کا جواب ہوتا جاتا تھا۔
ویلر لکھتا ہے کہ رو نے پہلے یہ عہد و پیمان کر لیا تھا کہ میں جس طرح اپنے شاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اور تعظیم و تکریم کرتا ہوں وہی جہانگیر کی کروں گا۔ چنانچہ اس نے وہی کیا تین بار درباری طریقہ پر جھک کے سلام نہ کیا۔ یہ محض غلط ہے بہادر شاہ کے دربار میں تو جو انگریزوں کا قیدی تھا یہ بات نہ تھی جو انگریز داخل ہوتا تھا اس کا فرض ہوتا تھا کہ درباری ادب آداب کی پابندی کرے درباری پوشاک اُسے پہننی پڑتی تھی اور وہی سجدہ نما سلام کرنے پڑتے تھے۔ جہانگیر کے آگے اپنے اپنے رتبہ کے موافق تین صفیں کھڑی ہوئی تھیں انگریزی ایلچی ہر صف کو سلام کرتا ہوا پہلی صف میں آیا۔ اس صف میں راجہ امیر نواب وزرا کھڑے ہوئے تھے۔ تہامس رو نے اپنے بادشاہ کا خط پیش کیا۔ جہانگیر خط دیکھ کر بہت خوش ہوا اور شاہ انگلستان کو اپنا بھائی کہا۔ اُن تحائف پر نظر ڈالی جو شاہ انگلستان نے بھیجے تھے۔ تحفے کچھ قیمتی نہ تھے۔ صرف ایک تلوار تھی چند چاقو تھے اور ایک انگریزی کوچ تھی جو دربار میں نہ سما سکتی تھی اسلیے باہر رکھی گئی تھی۔ جہانگیر نے اپنے چند افسر بھیج کر جا کر کوچ کو دیکھ آئیں نہایت خلق اور خندہ پیشانی سے جہانگیر نے رو کی مزاج پرسی کی اور کہا جب تک تم بخوبی اچھے تو انا نہ ہو جاؤ اپنے گھر کے باہر نہ نکلو پھر ایلچی کو رخصت کر دیا۔ سر تہامس رو خوشی میں پھولا نہ سمایا اور شاداں و فرحاں اپنے قیام کے مقام پر واپس آیا۔ جہانگیر نے شام کو پھر کوچ ملاحظہ کی۔ اس نے اپنے امرا سے بافسوس کہا کہ شاہ انگلستان بڑا غریب شاہ ہے اگر [illegible] ایسے کم قیمت نذرانہ کبھی نہ بھیجتا۔
[illegible] طرف سے عاجزانہ خواستیں پیش کیں جہانگیر نے قبول کر لیں لیکن [illegible] جہانگیر

فرماتے مین۔ یہ روچوبدار نے کہا کہ حضور نے یہ ارشاد کیا ہے کہ تمہارے پاس انگلش لیڈی کی جو تصویر ہے وہ ہمین
لیجاؤ۔ جہانگیر نے اس تصویر کی عمدگی سنی تھی لیکن ابھی تک دیکھی نہین تھی جس لیڈی کی یہ تصویر تھی
اسپر رو اپنی جان فدا کرتا تھا اگرچہ تھا لیکن وہ لیڈی کچھ سال پہلے مرچکی تھی رو نے اسکی تصویر یادگار
کے لیے رکھی تھی۔ بعض مقالہ نویسون نے ایلچی کے کمرہ مین دیکھکر جہانگیر سے عرض کردیا تھا کہ ایسی خوبصورت بیگم
کی تصویر ایلچی کے پاس ہے ایلچی یہ نہ چاہتا تھا کہ اپنی چاہیتی معشوقہ کی تصویر بادشاہ کی خدمت مین پیش کرے
لیکن وہان بجز اطاعت چارہ نہ تھا کہ وہ بادشاہ کے حکم کی بجاآوری نہ کرسکے۔ ایلچی مطلوبہ تصویر کے ساتھ اور بہت سی
تصویرین لیکر غسلخانہ مین پہونچا۔ جہانگیر ایک چھوٹے سے تخت پر بیٹھا ہوا تھا آگے ایک سونے کی میز رکھی تھی جسپر لاکھون
روپیہ کے جواہرات جڑے ہوئے تھے اور اس میز پر شراب سرخ کے مختلف شیشے نمبروار رکھے ہوئے تھے جہانگیر نے اس
تصویر کو دیکھا۔ شراب کی ترنگ مین اسکے حسن کی بڑی تعریف کی جہانگیر نے کہا کہ یہ تصویر مین لے لیتا ہون اسکے
عوض مین جو تم چاہو ... جواہرات دونگا۔ مجبوراً رو نے ٹھنڈے سانس بھرکر اپنی مطلوبہ کی تصویر
جہانگیر کی خدمت مین پیش کی۔ رو نے جہانگیر کا جام صحت پیا اور شہنشاہ پر تعریفون اور مرحباؤن کے
جام باندھدیئے۔ جہانگیر نے لاکھون روپیہ ان پیالون کو تقسیم کرائے جو جواہرات سے بھرے ہوئے تھے اور ان جواہرات سے بھرا ہوا تھا
جو وزرا نے نذرانہ مین گذرانا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد دربار برخاست کردیا گیا اور پھر نورجہان محل مین داخل
ہوئین۔ جہانگیر کے دربار کی ایک عجب نقل بیان کرتا ہون گو اسکے یقین کرنےمین مین ابھی تیار نہین
ہون۔ تاہم مجھے اوسکے نقل کرنے مین کچھ عذر نہین۔

ایک شب غسلخانہ مین جہانگیر کے حکم سے کئی امرا نے شراب پی ان مین سفیر فارس بھی حاضر تھا۔ دوسرے دن عام دربار
مین ایک امیر نے ان لوگونکی طرف اشارہ کیا جنھون نے شراب پی تھی۔ جہانگیر غضب انگیز طیش مین بھر آیا اور کہا کہ
تمھین شراب پینے کا کس نے حکم دیا تھا کیا مجال تھی جو کوئی یہ کہتا حضور ہی نے حکم کیا تھا۔ جن لوگون کے نام
رجسٹر مین لکھ لئے گئے تھے سوا سفیر ایران کے انپر تازیانے لگنے شروع ہوئے کئی امیر تو مرگئے اور کئی سخت زخمی
ہوکر بیہوش ہوکر گر پڑے۔ اسی اثنا مین جہانگیر نے اپنے بیٹے پرویز کو بلاکر بنگال روانہ کیا۔ اور پھر خانخانان کو بلایا
لیکن خانخانان نے آنے سے انکار کیا۔ جہانگیر نے ایک پوشاک بھی بھیجی اُسنے اس خیال سے کہ زہر کی بجھی ہوئی
ہے اسکے پہننے سے انکار کیا۔ جہانگیر نے اپنے منجھلے بیٹے شاہجہان کو دکن کی فوج پر افسر کرکے روانہ کیا
شاہجہان کو شراب سے ایسی ہی نفرت تھی کہ جیسے جہانگیر کو رغبت تھی۔ مگر وہ مغرور اور تند مزاج

مشہور یہ تھا کہ جہانگیر کا بڑا بیٹا خسرو عیسائی تھا۔ اور اسکی وجہ یہ تھی کہ اسنے تمام عمر ایک ہی شادی کی تھی۔ یہ نوجوان
اسکی وہی کیفیت تھی اکبر کا یہ بہت پیارا تھا اسی لیئے یہ کبھی کبھی سلطنت کی خواہش کرنے لگتا تھا اور اسی وجہ
اسنے بغاوت بھی کی تھی۔ شاہجہان کے دکن روانہ ہوتے ہی جہانگیر اجمیر سے آگرہ چلا آیا۔ اور یہاں سے
کشمیر کی سیر کو روانہ ہوا۔ اس کے تیسرے برس کابل مین فساد کی ہوا ئی۔ جہانگیر نے کابل پر فوج کشی کی نورجہان
کی تحکمانہ اور جابرانہ باتون نے کئی امیرون کو اپنا دشمن بنا لیا تھا۔ مہابت خان پسر غیور بیگ جو اکبر کے
وقت مین صرف پانسو سوارون کا افسر تھا جہانگیر نے اسکا عہدہ زیادہ بڑھا دیا تھا اور عوام خاص سب اسکی
عزت کرتے تھے اور اسکو وقعت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اسکی اتنی بڑی عزت نورجہان کے حسد بڑھانیکے لیے کافی
تھی۔ جہانگیر نے فرمان جاری کیا کہ تم پر جو تغلب کا الزام لگایا جاتا ہے اگر حساب صاف کرو پہلے تو چند عدد
گرکے حاضر ہو۔ جب اصرار کیا گیا تو وہ چار ہزار راجپوت سوارون کو لیکر روانہ دربار ہوا۔ اسی اثنا مین مہابت خان
نے اپنی لڑکی کی ایک نوجوان رئیس برخوردار نامی سے نسبت کر دی۔ جہانگیر کو یہ برا معلوم ہوا وہان اس وقت کا
قانون تھا کہ اگر کوئی درباری رئیس اپنے لڑکے لڑکی کی شادی کرنا چاہتا تھا تو پہلے شہنشاہ کی اجازت لینی
فرض ہوتی تھی۔ یہ بے قانونی جہانگیر کو بڑی معلوم ہوئی۔ اس نے فورا برخوردار کو دربار مین بلوایا اور اپنے
سامنے برہنہ کرکے ایسے کوڑے مارے کہ روئی کی طرح اسکی کھال اڑنے لگی۔ جون ہی مہابت خان شاہی کیمپ کے پاس
پہونچا اسے خبر لگی کہ اسکا دربار بند کر دیا گیا ہے اور وہ فلان تاریخ سے معتوب ہے اس خبر نے مہابت کے کان
کھڑے کیئے اور وہ کسی موقع کے آنے کا منتظر رہا۔ جہانگیر جہلم سے پار اترنے کے لیئے کشتیون کا پل بنوا رہا تھا
جب وہ تیار ہو گیا حکم ہوا کہ کل فوج اور تمام اثاثہ سامان پہلے عبور کر جائے جب یہ غل غپاڑہ کم ہو جائے گا تب پیچھے
پیچھے جہانگیر جائیگا چنانچہ یہی ہوا ساری فوج کے اتر نیکے بعد جب تنہا جہانگیر جہلم سے عبور کرنے لگا دو ہزار
راجپوت سوار مہابت خان نے روانہ کر دیے کہ جہانگیر کو قید کر لین اور پھر خود بھی تیزی کے ساتھ پیچھے سے پہنچی
مہابت خان نے اپنے دو سو بادشاہی گارڈ سے شاہی خیمہ کو گھیر لیا۔

سب کی مے نوشی کا خمار ہنوز ایسا زائل نہین ہوا تھا کہ جہانگیر اٹھ بیٹھا۔ جب اسنے اپنے خیمہ کے گرد یہ غل غپاڑہ
سنا وہ پریشان وحشیانہ طور پر اٹھ بیٹھا اور برہنہ تلوار ہونے سے نکلکر باہر دوڑا۔ ابھی تک جہانگیر کو
یہ معلوم نہ تھا کہ کیا آفت ہے۔ جہانگیر نے آواز بلند کہا "اے نمکحرام مہابتخان یہ کیا ہوا" مہابت خان نے فورا
آگے آکر اپنی گردن جھکا دی رویا پیٹا اور کہا حضور مین بے گناہ ہون یون تو مجھے مار ڈالنے [illegible]

مجبور اجازت پر پہلی بار یہ حرکت کی ہے۔ جہانگیر کی آنکھیں مارے غصہ کے سرخ تہیں بار بار اپنی تلوار کو استعمال
مین لانا چاہتا تھا مگر بیکار تہی۔ مہابتخان کے راجپوتون نے دریچکی پل کو آگ لگادی تہی اور شاہی خیمہ گھرا ہوا
تہا سواے چند خواجہ سرا اور خواصون کے کوئی نہ تہا۔ مہابت نے عرض کیا حضور گھوڑے پر سوار ہولین جہانگیر نے
اس گہوڑے پر سوار ہونے سے انکار کردیا پہر خود جہانگیر کا گھوڑا لایا گیا۔ سوار ہوے جہانگیر گھوڑے پر بیٹہا رکاب
مہابتخان پکڑے ہوئے چل رہا تہا۔ مہابت نے جہانگیر کو پہر ہاتہی پر بٹہایا اور دو راجپوت خواصی مین مقرر کیے
اور اپنے خیمہ مین لا اُتارا۔ مہابت جہانگیر کے لانے مین رہا وہان نور جہان بچکر شاہی لشکر مین پہونچی۔ اپنے
بہائی آصف کو بڑا للکارا اور شرمندہ کیا کہ تم ایسے بے خبر ہوگئے کہ اپنے شاہ کو قید کرادیا۔ پہر نور جہان ایک
فوج سے حملہ آور ہوئی کچہ بہی کامیابی نہ ہوئی۔ چہٹے دن مجبوراً شاہ سے آکر ملگئی۔ مہابت خان نور جہان کا
جانی دشمن تہا مگر تقدیر کے آگے کچہ پیش نہ گئی۔ برس دن کامل جہانگیر مہابت کی قبضہ مین رہا نور جہان
موقع دیکہہ رہی تہی ایک دفعہ ایسی چال چلی کہ مہابتخان کو بہاگتے بنی اور وہ دکن مین جاکر شاہجہان سے
ملگیا۔ اب ہم پہر انگریزی ایلچی کا دلچسپ تذکرہ کرتے ہین کہ شاہ نے اسے کیونکر رخصت کیا اور کیا جواب
لکہا۔ تین برس کامل تہامس رو مغل دربار مین رہا مگر ابہی تک کوئی جواب نہ ملا۔ ایلچی نے انگلینڈ کو لکہا
تہا کہ اگر خسرو تخت پر بیٹہا تو توبہت بڑی امید ہوسکتی ہے کہ ہم ہر طرح سے یہان کامیاب ہونگے ہماری تجارت
کو بہی رونق ہوگی اور ہمارا اقتدار بہی مغلون مین بڑہے گا اور جو شاہجہان تخت سلطنت پر بیٹہا تو ہم اپنی
کامیابی کی کوئی امید نہین کرسکتے۔ ایکدن سر تہامس رو نے دنیا کا نقشہ جہانگیر کی خدمت مین پیش کیا۔
مگر وہ واپس کردیا گیا کہ ہمارا اس سے کچہ کام نہین نکل سکتا نہ ہمارے علما اس نقشے سے کچہ مطلب برآمد
کرسکتے ہین۔ جب رو ناچار ہوگیا تو ایکدن اس نے گہگیا کر عرض کیا کہ حضور عالیجاہ مجہے اتنی مدت
ہوئی خط کا جواب دیکر واپس کردین۔ پہلے القاب پر بحث ہوتی رہی آخرکار شاہ جمیس اول کے خط کا جواب
لکہا گیا جس جواب جہانگیری کے چند فقرے ہم بعینہ نقل کرتے ہین۔ جن سے جہانگیری شوکت وعظمت بخوبی
ہویدا ہوجائے گی۔ وہو ہذا۔

جب ہمارا خط تمہارے پاس پہونچے تم ایک کہلے ہوئے پہول کی طرح شادان اور فرحان ہوجانا اپنے تمام آدمیون کو
حکم دینا کہ وہ اس خط کی شہر کے دروازہ ہی پر تعظیم وتکریم بجالائین۔ اس خط کے پہونچنے پر تم اپنا تخت
بہی شاہون کے تختون سے سربلند خیال کرنا اور اپنے کو اپنے سچے ہمسرون مین ممتاز جاننا۔ خدا کرے

تمہارے ہمعصر تم سے عقل و تہذیب میں اور حضرت مسیح کے قانون شریعت کو تم سے رونق ہووے۔ جو محبت کی
سوغات اشتیاق تم نے مجھے بھیجیں اور جو تحائف جن سے تمہاری صاف باطنی ٹپکتی تھی) اپنے ایلچی مسٹر ٹامس رو
کے ہاتھ بھیجے جو تمہارے قابل ہے تو ملازمین میں اعلیٰ درجہ کا ملازم ہے ہمیں ان سے بہت خوشی حاصل ہوئی
اور ہم نے برضامندی ان چیزوں کو قبول کر لیا۔ میری ملکی ان چیزوں پر ایسی بندی کہ میں نے ایک
چیز بھی واپس کرنی مناسب نہ جانی اور سب چیزوں کو رکھ لیا۔

یہ چند فقرے بلفظہ جہانگیر کے خط سے ہیں جو ہم نے ترجمہ کئے ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شہنشاہ ایسا
عالی ہمم ہو وہ ممکن ہے کہ مسٹر رو سے ایک بی بی کی تصویر مانگے اور سے ننگ ہوں چڑھا کر چھوڑا جیسے
کے حوالہ کرنا پڑی۔ یہ خیال است و محال است و جنون ہادل میں کبھی کسی چیز کی درخواست نہیں کرتا
تھا کہ جہانگیر شہنشاہ ہند۔ جہانگیر دکن سے روانہ ہوکر لاہور آیا۔ جاڑے کا سارا موسم لاہور میں صرف
کیا۔ شب و روز عیش و عشرت ہوتی تھی و نور محل ہمدم ہمساز تھی۔ جہانگیر نے سمجھ لیا تھا کہ آرام سے لو بیٹھا و
جہان سے تو بیٹھے۔ جہانگیر کا قصے میں ایسا شوق محبت پڑ گیا تھا کہ سکے میں بھی نورجہان کا نام کندہ کرایا جاتا
کے آگے [illegible] نورجہان [illegible] کی تھی۔ [illegible] لکھتا ہے [illegible] چہرے کے نیچے کھڑا ہوا تھا جہانگیر
جانور بڑی سولی تھیں [illegible] میں سے جہانگیر [illegible] میں جوان ہی [illegible]
و [illegible] میری صورت دیکھ [illegible] کی صورت کون جانتا ہے
مصرعہ [illegible] صورت ہے تو لنگور کی گردن [illegible] اس سے پہلے [illegible] انگریز نہیں دیکھا تھا۔

جاڑوں کے دن جہانگیر کے لاہور میں گزرتے تھے اور گرمیوں میں کشمیر کے پہاڑوں میں۔ جہانگیر اپنے
بڑے بیٹے خسرو کو بہت چاہتا تھا مگر اسکے شکوک کا کچھ علاج اس کے پاس نہ تھا۔ نورمحل نے اپنی لڑکی کی جو
شیر افگن خان سے ہوئی تھی شاہجہان سے شادی کرنے کی درخواست کی لیکن جب اسے یہ معلوم ہوا کہ
شاہجہان کی شادی خان خانان کی لڑکی سے ہوئی ہے اسنے خسرو سے اپنی لڑکی کی شادی کرنی چاہی اور
یہ بھی خواہش کی کہ جہانگیر کے بعد خسرو تخت سلطنت پر بیٹھے۔ خسرو نے بھی صاف انکار کر دیا اور کہا کہ جبتک
میری بیوی زندہ ہے میں دوسری شادی نہیں کر سکتا ہوں۔ نورجہان کی یہ خواہش تھی کہ جسطرح ممکن ہو
جہانگیر کے کسی لڑکے کو اپنی بیٹی بیاہ دوں اور دولہ کو ولی عہد نامزد کر دوں۔ نہ تو خسرو نے نورجہان کی بیٹی
سے شادی کی نہ پرویز نے اسکی پرواہ کی کیونکہ وہ مے خواری میں مست رہتا تھا اور نہ شاہجہان

اخر ناچار جہانگیر کے سب سے چھوٹے بیٹے شہریار سے اپنی لڑکی کی نسبت کردی اور اب اس کوشش مین ہوئی کہ ان تین بھائیون کو برباد کر کے اسکو ولی عہد بنا دے۔ شاہجہان نورمحل کی طرح خود چلتا ہوا تھا وہ ان باتونکو پہلے ہی سے جانتا تھا وہ اپنے خسر آصف خان برادر تاج محل اور فریب خانخانان کے ساتھ واپس آیا۔ اتنے مین دکن مین پھر آتش جنگ بھڑک اٹھی یہان سے حکم گیا کہ تو والی دکن کے مقابل مین روانہ ہو شاہجہان نے ایک عرضداشت بھیجی کہ اگر حضور خسرو کو روانہ کردین تو دکن پر حملہ آور ہو سکتا ہون۔ بدنصیب خسرو شہزادہ کو حکم ہوا کہ تو برہانپور روانہ ہو جا۔ ابھی خسرو برہانپور پہونچا ہی تھا کہ اتنے مین یہ خبر اوڑی کہ جہانگیر کا انتقال ہو گیا ہے جسدن یہ خبر ملی اوسی شب کو آدہی رات بیچارہ خسرو بے رحمی سے قتل کیا گیا۔ بعد ازان معلوم ہوا کہ شاہجہان اور خانخانان کی اس قتل مین شرکت تھی۔ اتنے مین جہانگیر تندرست ہو گیا۔ جب اسنے اپنے بڑے بیٹے کے قتل کی خبر سنی اسے سخت رنج ہوا۔ بیچاری بیوہ اور اوسکے چھوٹے سے بچہ کو لاہور واپس بلا لیا۔ جس وقت وہ لاہور آکر پہونچے جہانگیر نے بڑی عزت کی۔ جہانگیر اپنے تینون باقی ماندہ بیٹون سے ناراض ہو گیا تھا اس لیے اسنے اپنے پوتے بلاقی خسرو کے بیٹے کو اپنا ولی عہد بنایا اور اسبات کا عام مین اعلان دیدیا کہ بلاقی آئندہ شہنشاہ مقرر ہوگا۔ آصف خان نے اپنے داماد شاہجہان کے لیے ایک تدبیر نکالی پہلے جہانگیر کو رائے دی کہ آپ اپنا سارا خزانہ فلان فلان مصلحتون سے لاہور منگا لیجئے جہانگیر کو تو یہ رائے دی اور شاہجہان سے یہ کہا کہ خزانہ آتا ہے رستہ مین ہاتھ ڈالکر اپنے قبضہ مین کر لینا۔ اسے یقین تھا کہ اگر میری یہ چال چلگئی تو قطعی شاہجہان مالک تخت و تاج ہو جائے گا۔ کرورہا روپیہ جب ہاتھ مین آگیا پھر فوج کا مطیع کر لینا کون بات ہے جہانگیر کا حکم خزانچی کو پہونچا کہ چھکڑون پر خزانہ لادکر روانہ کردے۔ خزانچی بیچارہ کیا کرتا ہرچند حیلہ و حجت کی لیکن ناچار جواہرات اور کرورہا روپیہ کی اشرفیون کو اسنے قلعہ آگرہ مین سے نکال کر چھکڑون پر لدوانا شروع کیا۔ اسے کبھی یقین تھا کہ اتنی دور و دراز پر یہ خزانہ صحیح و سالم پہونچیگا۔ حکم حاکم مرگ مفاجات کا ہی معاملہ ہے۔ نہ اسکا شک کام دیسکتا تھا اور نہ اسکی کوئی تدبیر۔ خزانہ مجبورًا روانہ ہی کرنا پڑا۔ ابھی چھکڑے خزانے سے لدکر تیار نہ ہوئے تھے کہ اسے یہ خبر پہونچی کہ شاہجہان دکن سے اس خزانہ پر ہاتھ مارنے کے ارادے سے روانہ ہو گیا ہے۔ اسنے ان تمام چھکڑون کو خالی کرالیا اور سب آگرہ کے قلعہ مین اپنے موقع پر رکھا اور جہانگیر کو اسکی کل کیفیت لکھکر بھیجدی اور حکم کی تعمیل نکرنے کی وجہ بیان کردی۔

شاہجہان دکن سے روانہ ہو چکا تھا یہان اسنے ادہی گل کہلا ہوا دیکھا ناکام پھر واپس جانا مناسب سمجھا

شہر آگرہ پر دھاوا بول دیا۔ قلعہ کی دیواریں ایسی مضبوط تھیں کہ شاہجہان کی کچھہ بہادری نہ چلی۔ اثناے محاصرہ
مین اسے خبر لگی کہ جہانگیر بے تعداد لشکر لیے ہوئے آندھی اور مینہہ کی طرح آگرہ کی طرف بھاگا چلا آتا ہے
شاہجہان یہ سنتے ہی بنگال کی طرف بھاگ گیا تاکہ وہان فوج و خزانے کا کچھہ بندوبست کرکے پھر جہانگیر سے
دو دو ہاتھہ کرے۔ شاہجہان نے ہگلی سے پرتگیزون کو بلوایا کہ تم توپون اور فوج سے میری مدد کرو۔ انہون
نے صاف جواب دیدیا کہ شہزادہ ہماری کمبختی نہین آئی ہے کہ ہم آپ کی مدد کرکے بیٹھے بٹھائے شہنشاہ ہند سے
بگاڑین یہان سے ناامید ہوکر شاہجہان جنوب کی طرف بھاگا کہ والی گجرات کے ہان پناہ لون وہان تو
شاہجہان بھاگا بھاگا پھرتا تھا یہان نورمحل کی حقارت انگیز اور جابرانہ طریقے سے راجپوت باغی ہو گئے تھے
جہانگیر نے پوری قوت سلطنت کی نورجہان کو دیدی تھی جو کچھہ وہ چاہتی تھی کرلی تھی ایک دفعہ جہانگیر [illegible]
چکا تھا اسلیے اپنے خاوند کی نورجہان بڑی حفاظت کرتی تھی۔
بائیسوین سال جلوس علاوت معہود پر جہانگیر کشمیر روانہ ہوا وہان عارضہ تنفس نے زور کیا۔ اوائل زمستان
مین کشمیر سے واپس پھرا جب بہرم کلہ مین آیا یہان دامن پہاڑ مین شکار کھیلا شکار مین حسب مراد کامیابی
نہین ہوئی۔ بہرم کلہ سے ہٹ ہوتے ہوئے اجوری آیا یہان سے سہہ پہر کو کوچ کیا۔ شام کو شراب پیتے ہی طبیعت
بگڑ گئی۔ رات پھر بہت سختی سے بسر ہوئی آخر ۲۸ اکتوبر ۱۶۲۷ء مطابق ۲۸ صفر ۱۰۳۷ ہجری کو ساٹھ
برس کی عمر مین عالم ارواح کو سدھارا۔ آپکے وقت کے بوڑھے جہانگیر کے سامنے ہی رحلت کر گئے تھے
مثلاً عزیز مہابت خان کی بے اعتدالی سے پہلے ہی رخصت ہو چکا تھا۔ ملک امیر۔ خان خانخانان۔ یہ سب
بیچارے عالم ارواح کو سدھار چکے تھے جہانگیر کے مرنے کی خبرین اوڑتے ہی بلاقی خسرو کا بیٹا فوج لیکر
روانہ ہوا اور دہلی کے تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ نورمحل نے اپنے داماد شہریار کو تخت پر بٹھانا چاہا مگر
آصف خان نے جسکی مدد سے بلاقی تخت نشین ہوا تھا نورجہان اور اوسکے داماد شہریار کو قید کر لیا
آصف خان نے بعد ازان شہریار کی آنکھین گرم سلائیون سے نکلوا ڈالین جس سے سلطنت لینے کی
امیدون کا خاتمہ ہوگیا۔ اسی اثنا مین شراب کے طفیل سے پرویز کا بھی انتقال ہوگیا اب سوائے
شاہجہان کے اور کوئی دعویدار تخت نہ رہا۔ آصف خان نے کو بلاقی کو تخت پہ بٹھا دیا تھا لیکن اسکو فکر یہ
تھی کہ شاہجہان تخت پر بیٹھے۔ آصف خان نے ایک فرمان بلاقی سے لکھوا کر شاہجہان [illegible]
[illegible] کی طرف چلے جاؤ اور ساتھہ ہی اسکو جو کچھہ سکھانا پڑھانا تھا پڑھا دیا۔ [illegible]

شاہجہان کو قتل کروا ڈالا دریغیر ہوئی آصف خان نے دہو کا دیا تھی) ایکدنبہ فرضی شاہجہان کا مصنوعی جنا
جنازہ ہوا۔ آصف خان نے بلاقی سے کہا کہ تم آگرہ جاکر اپنے چچا کے جنازہ کی پیشوائی کرو اور اکبر کے پاس دفن
کرادو۔ بلاقی او دہر گیا۔ خاموشی سے شاہجہان آصف خان کی مدد سے آگرہ کے تخت پر جلوہ افروز ہوا۔
جب بلاقی کو یہ چال معلوم ہوئی تو بحال پریشان پہر لاہور بہاگا ابہی تک یہ نہین معلوم ہوا کہ آیا بیچارے بلاقی
کی کیا قسمت ہوئی۔ اس زمانہ کے مورخ لکہتے ہین کہ بلاقی لاہور ہی مین قتل کر دیا گیا تہا۔ دس برس کے
بعد ڈیوک آف ہولسٹین کے سفیر جب ایران سے واپس آئے تو وہ بیان کرتے تہے کہ بلاقی ایران مین زندہ
ہے خدا جانے کونسی بات صحیح ہے۔ غرض یہ ہے کہ وہ بیچارہ اس دہوکے سے تخت سے محروم کر دیا گیا۔ اور
شاہجہان بڑی دہوم دہام سے آگرہ کے تخت پر جلوہ افروز ہوا

سوانح عمری نورجہان

جس بیگم کے نام سے ہمارے مضمون کی سرخی مزین ہے اوسکا نام اصل مین مہر النسا تہا۔ اس بیگم کا دادا
طہران کا رہنے والا اور اپنی گورنمنٹ مین اعلیٰ سیول آفس مین ممتاز عہدہ پر معمور تہا مرزا غیاث اس
خوش نصیب بیگم کے باپ نے چند در چند وجوہات سے ہندوستان کے سرسبز ملک مین اپنی قسمت آزمائی کرنی
چاہی جو عہدہ کہ مرزا غیاث کے باپ کا تہا اسکا صرف تنزل ہی نہوا تہا بلکہ دولت بہی ساتہہ ساتہہ
رخصت ہو چکی تہی۔ ہندوستان کی مقناطیسی ہوا بہی جبراً اسے اپنی طرف کہینچ رہی تہین اکبر کا
شاندار دربار اسکو آمادہ کرتا تہا کہ وہ اپنی قسمت آزمائی کی کوشش کرے شاید کہ ہمین برآرد
پر و بال عنقا گردد۔ مرزا غیاث چپ چاپ صرف ایک افسردہ گہوڑے کو لیکر اپنے گہر سے روانہ ہوا۔
گرہ مین روپیہ بہی بہت ہی کم تہا کہ جو کچہہ تہا بہی اسے سفر مین سہارا دینے کے قابل نہ تہا۔ مرزا غیاث
نے اپنی بیوی کو گہوڑے پر بٹہایا اور آپ باگ پکڑ کر ساتہہ ساتہہ ہوا۔ مرزا غیاث کی بیوی چونکہ حاملہ
تہی اسلئے اتنے دور و دراز سفروں کی تکان اس سے برداشت ہونی مشکل تہی ادہر اپنے خاوند کی
بے سروسامانی اور اودہر اپنے پیارے وطن کو اس آفت و مصیبت مین الوداع کہنا اور وہ بہی ایک
موہوم امید پر۔ یہ کسے معلوم تہا کہ آئندہ کیا ہوگا۔ کوئی خوفناک اور دل کا دہلا دینے والا سفر اور
بے اطمینان اور فکر میں ڈالنے والے خیالات بیجان آدہی کئے دیتے تہے۔ اس مصیبت زدہ بیگم کے حمل کے

صرف اسکا خاوند مرزا غیاث ہی رہ گیا تھا بلکہ مایوسی و حرمان بھی پہلو بہ پہلو چل رہی تھی۔ یہ روپیہ جو غیاث
لیکر چلا تھا رستہ ہی میں اسکا فیصلہ ہو گیا۔ اب اسکو بھی مجبوری ہوئی کہ کیا کرے اور کس سے مانگے۔ مرتا
کیا نہ کرتا ڈاؤ ہسٹری آف ہندوستان میں لکھا ہے کہ اس نے اپنا گذارہ صرف بھیک مانگنے پر کیا۔ یونہی
پریشانی اور مصیبت کی حالت میں یہ اوس مقام پر پہونچا کہ جو تاتاری کو ہندوکش کی سرحدون سے جدا
کرتا ہے۔ موسم کی ناملائمت اور درشتی سے محفوظ رہنے کے لیے نہ کوئی پناہ کی جگہ تھی کہ وہان یہ دونون مصیبت
زدہ بیٹھتے اور نہ کوئی ایسا ہاتھ تھا جو ان کا ایسی مایوسی اور مصیبت ناک حالت میں سہارا ہوتا اور انہیں
ان کی ناگفتہ بہ حالت سے آزاد کرتا۔ اب مرزا غیاث حیران ہوتا ہے کہ اگر واپس جاتا ہون تو تحقیق ہلاکت و
نکبت سے دست بگریبان ہونا پڑیگا اور جو آگے بڑھتا ہون تو میری بربادی مین کوئی شک نہین۔ تین دن
کا مصاف کڑا کا گذر گیا تھا چوتھے اسکی مصیبت کی تکمیل کر دی یعنے مرزا غیاث کے ہان لڑکی پیدا ہوئی۔ یہ دفعہ
جیسا آفت خیز تھا ویسا ہی مصیبت و آفت کے ڈھیرون کا اردگرد لگانے والا تھا۔ دور دور تک کوئی مسافر
نہ معلوم ہوا۔ مرزا غیاث کی مایوسانہ اور ناکامی کی بھری ہوئی نظرین چارون طرف اٹھ رہی تھین اور اپنے
ہمدرد و معاون کی تلاش مین تھین مگر کوئی نہ ملتا تھا۔ ادہر ساتھ ساتھ رات بھی چلی آ رہی تھی اسکا خوفناک
نظارہ اور بھی جان آدھی کیے دیتا تھا۔ تنہائی جنگل کی سائین سائین۔ نامعلوم آفتون کا خیال ہو ہو
جنگلی اور وحشی جانورون کی دہشت اپنی پوری قوت سے ان آفت زدہ بدنصیب بیوی خاوند کو فانی اور زبردست
ہچکولے دے رہی تھین۔ مرزا غیاث کبھی اپنی حالت پر غور کرتا ہے کبھی نوپیدا بچی کو ہاتھ پاؤن مارتا ہوا دیکھتا
ہے کبھی اپنی بیوی کے غریب غریب مردنی چھائی ہوئی صورت کو تکتا ہے بڑے غور اور فکر کے ساتھ نتیجہ نکالا کہ
اس ہیبت ناک جنگل مین ٹھیرنا اپنی جانون کا خطرہ ہے بہتر ہے کہ ہم آگے بڑھین۔ نہ باپ نہ ماتا پھری مالی اس
خوش آئندہ بچی کو اپنے ساتھ لیجا سکی آخر اس نونہال گلشن خوبی کو اسی قہر آلود جنگل مین ہاتھ پاؤن مارتا
چھوڑا اور آپ آگے کی طرف روانہ ہوئے۔ چاندنی خوب چٹک رہی تھی اور لمحہ بلمحہ جنگل کی سنسانی
بڑھتی جاتی تھی۔ ڈاؤ ہسٹری آف ہندوستان مین لکھا ہے کہ والدین کی مامتا اور اس نازک حالت مین کی
بحث ہونے لگی۔ مامتا تو یہ کہتی تھی کہ اس کلیجے کے ٹکڑے کو یہان نہ چھوڑا جائے مگر نازک حالت اسکے بچانے
کا بار نہ اٹھا سکتی تھی۔ بڑی دیر کے بحث و مباحثہ کے بعد نازک حالت نے کچھ دیر کیلئے مامتا کو شکست دی اور
مرزا غیاث اپنی آئندہ خوش نصیب بچی کو پتون مین لپیٹ کر ایک درخت کے نیچے [illegible]

یہکر آگے بڑھے۔ ماں کے آنسو جاری تھے اور وہ بار بار اپنی بچی کی طرف نگران تھی۔ ایک میل چلی ہوگی کہ
ہنوز اسکی ٹکٹکی اس درخت کی طرف لگی ہوئی تھی آگے جا رہی تھی مگر گردن پھیرے ہوئے درخت کی طرف
تک رہی تھی یکایک مامتا نے پر جوش مارا اور یہ بیہوش ہو کر رونے لگی۔ بیقراری میں گھوڑے پر سے گر پڑی
اور یہ پکار پکار کر کہا میری بچی میری بچی۔ معلوم ہوتا تھا کہ میں اٹھ بیٹھوں لیکن اس میں قوت حرکت
کرنے کی بھی نہ تھی۔ غیاث نے جب اپنی پیاری بیوی کی یہ کیفیت دیکھی وہ روتا ہوا اسکے پاس آبیٹھا تسلی
دینے شروع کی اور یہ یقین دلایا پیاری تم اپنے کو سنبھالو اور یقین کرو کہ میں ابھی واپس جاکر تمہاری
بچی کو لئے آتا ہوں۔ یہ کہکر غیاث نے یہ چاہا لیکن پھر اسے اپنی بیوی کا خیال آیا کہ میرے آنے جانے کے عرصہ
میں کہیں کوئی درندہ جانور اوسے صدمہ نہ پہنچاوے۔ میرزا غیاث کی بیوی تو رو رہی تھی یہانتک کہ اسکی
ہچکی بندھ گئی۔ میرزا غیاث نے اپنی بیوی کو ہندا کے سپرد کر کے اپنی بچی کی طرف رخ کیا جونہی اس درخت
کے نیچے پہنچا اور ایک عجب نظارہ اسنے دیکھا جسنے اسکے کلیجہ کو جیسا ہاتھوں سے نکال لیا۔ اسنے دیکھا کہ پیاری
بچی کے گرد ایک سانپ بیٹھا ہوا ہے کیا اسے یقین ہوگیا تھا کہ اس ظالم سانپ نے میری بچی کو ڈس لیا ہوگا اب میں
جاکر اپنی بیوی کو کیا مونھ دکھاؤں گا۔ پھر بھی اور بڑی امید سے آگے بڑھنے کے لیئے سہارا دیا اپنے اسی جوش
جذبہ حالت میں للکار کر سانپ کی طرف اُٹھا۔ سانپ ڈر کے مارے درخت کے خالی مجوف تنے میں چلا گیا۔ غیاث
نے دوڑ کر اپنی بچی کو جو ہنوز زندہ تھی خوشی خوشی اپنی گود میں اُٹھا لیا۔ اور اپنی بچی کو لیکر اپنی پیاری مظلوم
بیوی کے پاس لایا۔ اور اس نونہال کے بچنے کی ساری کیفیت بیان کی وہ اس متعجب بچے کو دیکھ کے بہت
خوش ہوئی۔ ابھی بچی کو میں نے دی ہی تھی کہ جب مسافر ملے جنہوں نے غیاث کو سر قسم کی ضرورت سے بے فکر
کردیا۔ رفتہ رفتہ رستہ پڑتے یہ لاہور پہونچے۔ یہاں اکبر اسوقت پر موجود تھا۔ لاہور پہونچکر میرزا غیاث
کا نصیبہ کھل گیا۔ یہاں میرزا غیاث کا دور کا رشتہ دار اکبر کے اُمراؤں میں سے تھا اسنے میرزا غیاث کو اپنا
سیکریٹری بنالیا اور یہیں سے میرزا غیاث کی خوش نصیبی کی تاریخ شروع ہوئی۔ یہ کیفیت ہم نے
تواریخ ہسٹری آف ہندوستان سے بلفظہ نقل کی ہے مگر الفنسٹن صاحب اسی واقعہ کو دوسری طرز پہ
بیان کرتے ہیں جسکا ترجمہ ذیل درج کیا جاتا ہے (الفنسٹن تاریخ صفحہ ۴۴۵) میرزا غیاث ترکی
نے جب اپنا بچہ دمادر کیا تو اسنے ارادہ کیا کہ اپنی حالت سنبھالنے کے لیے میں ہندوستان کا سفر کروں
اسنے اپنی دو بیٹوں اور ایک بیوی کو لیکر ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ بدقسمتی ہنوز سالہ دسمبر ہی

کہ جہانگیر ہمہ باپ کی مرضی نے مخالفت نکلی [illegible] ہتا کہ [illegible] - اس عشق و
کی خبروں کی آوازیں زور شور سے میرزا غیاث [illegible] کانوں تک پہنچنے لگیں [illegible] تو
وہ سمجھا ایسا نہو کہ شہزادہ جہانگیر کا عشق کچھ رنگ لائے اور پھر میرے پر کوئی [illegible] مصیبت ٹوٹ پڑے اسنے
چند اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کے مشورہ سے اکبر سے عرض کیا کہ میں اپنی بیٹی مہرالنسا کی شادی
شیر افگن خان سے کرنا چاہتا ہوں اکبر چاہتا تھا کہ کسی طرح یہ وبال ٹلے کہ میرا ہونہار بچہ اس جنجال
سے چھوٹے۔ بخوشی اجازت دیدی۔ شیر افگن بڑا شریف اور بدشت ترکمان تھا۔ اسکی بہادری
اور شجاعت اور سیلف ریسپکٹ کی دھوم تمام زمانہ میں مچ رہی تھی اکبر بھی اسکی اولوالعزمانہ اور
عالی ہمتانہ قابلیتوں سے عزیز رکھتا تھا۔ اکبر نے اسے بنگال میں ایک جاگیر بخشدی تھی۔ خوشی سے منظور
کرلیا اور پھر مہرالنسا کی شادی شیر افگن خان سے ہوگئی۔ اب بھی سلیم کو چین نہ تھا بظاہر تھا کہ
مہرالنسا اسکے ہاتھ سے نکل گئی تھی یہ بھی محبت کی آگ اسی مستعدی سے اسکے دل میں شعلہ باری
کررہی تھی سلیم نے اپنے عادل اکبر سے اس امر کا ذکر کیا۔ اکبر نے سمجھا دیا بیٹا یہ تمہیں خصوصاً نازیبا
ہے اگر کل تم شہنشاہ ہوگے اگر اسی قسم کی خصلتیں تم میں رہیں تو تم ہرگز اپنی فرمانروائی میں شوکت
حاصل نکروگے۔ رعیت بال بچوں کے برابر ہوتی ہے اسکو ان نگاہوں سے دیکھنا شہنشاہوں کا کام نہیں ہوتا
یہ میں جانتا ہوں کہ تمہاری نوجوانی اور بچپن کا تقاضا ہے پھر بھی اگر تم ہی ان باتوں پر غور کروگے تو تمہیں
خود ہی معلوم ہو جائیگا کہ تم اس راہ پر نہیں چلے جسپر شہنشاہزادے چلتے ہیں۔ الحمدللہ کہ تمہیں فطرت
سے ہر قسم کی قابلیت کا ملا ہے۔ تم ان باتوں پر اسیقدر غور کرسکتے ہو جتنی کہ میں چاہتا ہوں۔ تم اس
خیال کو اپنے دل میں سے دور کردو اور یقین کرلو کہ پہلے میں غلطی پر تھا۔ ان سب باتوں کے علاوہ ایک یہ بھی ہے
کہ جب اسکی شادی ہوگئی پھر اب اسپر خیال کرنا بے فائدہ ہے۔ جہانگیر آنکھوں میں آنسو بھر کر چپکا ہورہا
اور اپنے باپ کی تقریر کا الٹا جواب ہاں نا کا نہیں دیا جہانگیر نے اپنے باپ کی تقریر کو خوب غور سے
سوچا تاہم اسکی طبیعت کی وہی کیفیت تھی ابھی تک اسکی امیدوں کا باغ ہرا بھرا تھا وہی آرزو
تھیں اور وہی خواہشیں تہیں۔ اپنے دل میں سلیم نے خیال کیا اور گویا اس خیال میں وہ اپنے باپ
اکبر کی طرف مخاطب تھا۔ اشعار من این حرف ترا اے خصم امید * بدل بسیار گفتم ہیچ نشنید * تو نمائی
ناامیدی مرا راہ خود * شعر: لاتقنطوا من رحمۃ اللہ * اکبر نے بعد ازاں شیر افگن کو بردوان کا [illegible]

مقرر کردیا۔ جہانگیر جب تخت سلطنت پر بیٹھا تو اسنے شیر افگن کو ایک فرمان لکھا کہ وہ جلد ہی دربار میں حاضر
ہو۔ شیر افگن خان کو یہ خبر نہ تھی کہ جہانگیر کی نگاہ اسکی پیاری چاہیتی بیوی مہر النساء پر ہے۔ وہ خیر خواہانہ
طریقے سے آگرہ میں حاضر ہوا۔ جہانگیر کی تو یہ منشا تھی کہ کسی طریقے سے میں شیر افگن کی جان ضائع کر دوں
لیکن یہ نہیں چاہتا تھا کہ میری چال کھل جائے اور امرا جان جائیں کہ اس فریب سے جہانگیر نے مہر النساء کو اپنے
قبضہ میں کر لیا۔ روزمرہ جہانگیر شیر افگن کے قتل کی تدبیریں سوچتا تھا مگر کچھ بن نہ آتا تھا۔ آخیر ایکدن
جنگل میں شیر کے سامنے جو سامنے کی جھاڑی میں بیٹھا ہوا تھا جہانگیر نے اپنے امرا کی طرف جو اسوقت
موجود تھے شیر کو تنہا پاپیادہ بے ہتیار مارنے کا اشارہ کیا۔ چونکہ شیر افگن بھی انہیں امرا میں تھا جانتے
ہوئے جھجکے۔ شیر افگن کی طرف بھی اشارہ ہوا۔ اشارہ ہوتے ہی شیر افگن غرندہ شیر کی طرف لپکا اور
ایکبار زور کی للکار دی۔ شیر جھپک کر دوڑا چاہتا تھا کہ اچک کر تھپڑ رسید کرے۔ شیر افگن نے دونوں
کلائیاں پکڑ لیں شیر نے ہرچند زور کیا لیکن وہ کلائیاں نہ چھٹ سکیں۔ شیر افگن نے شیر کی کلائیوں کا
چورا کر دیا اور لاتھوں ہی سے اسے بیدم کر کے گرا دیا۔ جہانگیر کو یہ دیکھکر اور بھی اپنے دشمن پر فتحیابی کی
امید میں اور کچھ اپنا آگیا۔ شیر افگن نے خوشی خوشی جہانگیر کو سلام کیا۔ بظاہر جہانگیر بہت خوش ہوا مگر
اسکی یہ خوشی فرضی بناوٹی تھی۔ ظاہرداری کے لئے ایک فاخرہ خلعت بھی عنایت ہوا۔ پھر ایکدفعہ
مست ہاتھیوں کی کشتی ہو رہی تھی مہاوت کو اشارہ کیا کہ ایک مست ہاتھی کو شیر افگن پر چھوڑ دے اس نے
ایک عظیم الشان مست ہاتھی کو شیر افگن پر چھوڑا اس سے بھی اپنی دلیری اور بہادری سے شیر افگن
بال بال بچا۔ جان بچی لاکھوں پائے کا مضمون ہوا۔ تا کجے۔ آخر شیر افگن کو بھی جہانگیر کی نیت معلوم
ہوئی۔ اور اسے تحقیق ہو گیا کہ یہ میری جان ضائع کرانا چاہتا ہے۔ چھ مہینے تک وہ جہانگیر کے دربار
میں اس خیالی بات کی تصدیق کرتا رہا جب اسے خوب یقینی طور پر تحقیق ہو گیا وہ سیدھا بنگال کی طرف چلا گیا
چند دنوں کے بعد جہانگیر نے اپنے کوکا قطب الدین کو بنگال کا گورنر بنا کر روانہ کیا اور جو کچھ سکھانا پڑھانا
تھا وہ سب پڑھا دیا۔ شیر افگن خان بنگال سے ہو کر بردوان چلا گیا اور وہاں اپنی پیاری بیوی مہر النساء
کے ساتھ بہ آرام زندگی بسر کرنی شروع کی۔ اسے کیا معلوم تھا کہ جہانگیر کی بدنیتی ضرور [illegible] رنگ
لائیگی اور آخر ہماری صحبت کا خاتمہ کر دیگی۔ شیر افگن جیسا جوان [illegible]
شخص تھا لانبا قد اور دبلے ہاتھ پیر۔ مگر قوی اور زبردست تھا۔ اسکی [illegible]

مہر النسا جھروکے مین بیٹھی ہوئی رو رہی تھی کہ اسنے اپنے مجروح خاوند کو برہنہ تلوار ہاتھ مین اپنی طرف آتے دیکھا۔ دروازہ بند دیکھکر شیر افگن خان کھڑا ہوگیا اور اپنی ایسی خون مین نہائی ہوئی صورت سے ایک گرجتی ہوئی آواز مین یہ کہا۔ مہر النسا تمنے کواڑ کیون بند کرا دیئے اگر تو سچی میری بیوی ہے تو کواڑ کہولدے تاکہ ہم دونون ایک ہی بستر پر کہیت ہو رہین مین نہین چاہتا کہ میری بعد جہانگیر کے پہلو مین تو بیٹھ کر بیٹھے اور ملکہ جہانگیر کے نام سے مشہور ہو۔ اپنے مجروح خاوند کی اس خون آلود حالت نے اسپر اثر کیا۔ وہ جھروکے مین سے گرنے ہی کو تھی کہ دشمن کی بے تعداد سواروں نے آلیا اور شیر افگن خان کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے۔ مہر النسا بڑی عقلمند اور دوراندیش عورت تھی اس سنے جب اپنے خاوند کو اپنی آنکھون کے آگے یون پارہ پارہ دیکھا وہ گرتے گرتے رک گئی اور اپنی جان کہونی ایسی حالت مین نامناسب اور بے فائدہ جانی۔ شاہی گارد نے مہر النسا کو گرفتار کرلیا اور سیدھا اسے آگرہ کی طرف روانہ کردیا۔

وہان تو یہ کیفیت ہوئی کہ شیر افگن مارے گئے اور مہر النسا محافہ مین آگرہ چلی آرہی ہین یہان جہانگیر اپنے کاروبار اپنی رانیون کی صحبت مین اپنی چاہیتی مہر النسا کو بھی بھول گیا شب و روز شراب مین مست رہتا تھا سوائے سلطنت کے امور دیکھتا سنا اور مے نوشی کے دوسرا کام نتھا۔ جہانگیر اپنے وقت کا بڑا پابند تھا جیسا کہ ہم اوپر لکھہ آئے ہین۔ جو اوقات مے نوشی کے مقرر کر رکھے تھے ان مین دوسرا کام نکرتا تھا اور جن اوقات مین کام سلطنت دیکھتا تھا ان مین عیش و نشاط کا ذکر نہ ہوتا تھا۔

جہانگیر اپنے کامون مین لگا ہوا تھا کہ یکایک یہ خبر لگی کہ مہر النسا آگرہ کی طرف آرہی ہے۔ جہانگیر نے یہ دریافت کیا کہ کیا شیر افگن خان نے مہر النسا کو طلاق دیدی۔ عرض کیا گیا نہین دی بلکہ قطب الدین اور شیر افگن اور قطب الدین دونون مارے گئے اور مہر النسا گرفتار ہوکر لائی جارہی ہے۔ یہ سنکر جہانگیر نے سرد آہ بھرکر کہا افسوس شیر افگن مارا گیا۔ شیر افگن خان کے مارے جانے پر بہت افسوس کیا اور افسوس کرنے کا بڑا اور سب سے زیادہ سبب یہ تھا کہ اب مہر النسا کا خیال بالکل جاتا رہا تھا شاہون کے لیئے فطرت ایک سے ایک اچھی چیز مہیا کرسکتی ہے انہین ایک ہی چیز کا زیادہ دن تک خیال نہین رہ سکتا۔ ڈاؤ ہسٹری آف ہندوستان مین اسکی پوری کیفیت لکھی ہے۔ ظاہر تھا کہ جہانگیر نے صرف مہر النسا کے عشق پر شیر افگن خان کے پہلے پہل قتل کرانے کی سازش کی تھی مگر جب وہ جہانگیر کا کوکا قطب الدین مارا گیا اسوقت اسے اور بھی صدمہ ہوا الغرض اس صدمہ کا

اثر مہرالنسا بیچاری پر اتنا ہوا کہ اسکی حالت لونڈیوں سے بدتر کر دی گئی۔

مسٹر ملٹا بیتھم نے اپنی کتاب Biographical Dictionary. of the celebrated women of every age and coutry.

کے صفحہ ۲۴۴ میں لکھا ہے کہ جہانگیر نے مہرالنسا کے آتے ہی یہ حکم دیا کہ صرف دو شلنگ روزانہ اسکی خوراک کے ملا کریں اور ایک کوٹھری میں مہرالنسا کو ڈال دیا جائے۔ کوئی نوکر چاکر لونڈی غلام خواجہ سرا۔ اسکی خدمت نکرے وہ تمام کام اپنے ہاتھ سے کیا کرے۔ یہی کیفیت مہرالنسا کی ڈاوز ہسٹری آف ہندوستان میں لکھی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جہانگیر کو اپنے ایک ایسے اعلی افسر کے مارے جانے کا بہت صدمہ ہوا۔ کئی مورخوں نے اسکی بابت تحریر کیا ہے کہ جونہی جہانگیر نے شیر افگن خان کی اس خونریز حالت سنی اسنے اسکے قتل پر ایسا ہی ماتم کیا کہ جیسے اکبر نے ابوالفضل اور فیضی کے مرنے پر کیا تھا اکبر پر صرف اپنے وزرا کے قتل ہونے کا تین دن اثر رہا یعنے وہ اثر کہ جس نے خور و نوش سے بیہوش کر دیا۔ برخلاف اسکے جہانگیر نے ایک برس کامل ماتم کیا روزمرہ اپنے ان دو جری بہادروں کا ذکر رکھتا اور کبھی کبھی اپنے کوکا اور شیر افگن کو یاد کرکے ایک آدھ آنسو بھی بہا لیتا تھا۔

اب ہم مہرالنسا بانو کی کیفیت بیان کرتے ہیں جو دردناک بھی ہے اور تعجب خیز بھی ہے۔ دردناک اسلئے ہے کہ اسکا شیر ببر جری بہادر خوبصورت خاوند مارا گیا اور اسکی یہ گت بنی۔ تعجب خیز اسلئے ہے کہ کہاں تو جہانگیر کو وہ چاہت تھی اب اسقدر نفرت ہو گئی۔ کہ دو شلنگ سے زیادہ ایک کوڑی دینے کا حکم نہ تھا۔

جس وقت مہرالنسا کے چہیتے خاوند شیر افگن خان کی یہ گت بنی اور وہ یوں شیروں کی طرح لڑکر مارا گیا اور پھر مہرالنسا قید کر لی گئی اسوقت بقول مسٹر مل میں جلال الدین شروانی اس حسینہ پر عجیب حالت طاری تھی وہ اپنے خاوند کے یوں بے گناہ مارے جانے پر ایسا ہی زاری و بکا کرتی تھی جیساکہ دنیا میں کوئی انتہا درجہ کا مصیبت زدہ کر سکتا ہے۔ کبھی وہ اپنے حسن پر نفرین کرتی تھی اور کبھی اپنی قسمت پر ملامت کرتی ہوئی کہتی تھی کہ اس سے تو پیدا کرنا ہی نہ تھا۔ شعر

جوہر تو نہ یہ تھے ملکوتی صفات کے ۔ انسان بنا کے کیوں مری مٹی خراب کی ۔ ہر حال پہ

سنا کی نگہبان تہی۔ بہت سے [illegible] حاضر خدمت کرتے تہے مگر مہر النسا کو گویا قسم ہی ہو گئی تہی کہ
تخت محل تک پہنچ اور وہاں جگہ ملے یہی کافی ہے۔ سفر میں مہر النسا کی باتیں جو اسکی انا کی ہو
ہیں وہ لکہنے کے قابل ہیں۔ انا کا نام خیر النسا تہا۔

(مہر النسا) اس سے زیادہ آفت اور مصیبت عورتوں پر کیا پڑ سکتی ہے کہ اسکا چاہیتا خاوند یوں خون میں
نہائے اور اسکی کم بخت بدنصیب بیوی کی یہ گت بنے۔ میں چاہتی ہوں کہ خود کشی کر لوں کیونکہ میرا جینا
خلاف عقل و دانش ہے۔ یہ کہتے ہی اسنے ریشمی ازار بند کا پہندہ گلے میں ڈالکر تنگ کرنا چاہا۔ خیر النسا
فوراً اس پہندے کو کہولدیا اور ہاتہ باندہ کر گڑگڑا کر یہ کہنے لگی کہ خدا کے لیئے ابہی سے اپنی عنفوان
جوانی کی بہار کو ختم نکر۔ تو نے ابہی زمانے کا دیکہا ہی کیا ہے۔ جو کچہ ہوا وہ خدا کے حکم سے ہوا۔ دوسرے
الفاظ میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ جو کچہ تقدیر روز ازل میں لکہوا کر لائی ہے اسکا نمودار ظہور پذیر ہو رہا ہے۔
نہ اس میں تیری خطا ہے نہ تیرا قصور ہے۔ تیرا فرض ہے کہ تو خدا کی کارسازیوں سے دل تنگ نہو اور
قدرت کے کہیل دیکہہ کہ آئندہ کیا ہوتا ہے۔ (مہر النسا) آہ صبر کر۔ جو کچہ ہوگا ابہی سے مجہے معلوم
ہو رہا ہے یعنے ایسے شخص کے قبضہ میں آؤنگی جس نے میرے خاوند کو ہلاک کرا دیا اور پہر اس میں بہی شبہ ہے
آیا وہ مجہسے اچہی طرح پیش آئیگا یا کس طرح۔ (خیر النسا) اس سے کیا بحث ہے جو کچہ تقدیر میں
لکہا تہا دیکہہ لیا جو کچہ لکہا ہے آئندہ دیکہہ لینا۔ ہر حال میں صبر چاہیئے۔ (مہر النسا) بظاہر تم کیا
اندازہ کر سکتی ہو کہ اس سے کیونکر نبہیگی۔ (خیر النسا) اندازہ کی کیا ضرورت ہے۔ یہ تو ایک بدیہی
امر ہے کہ وہ تمہیں چاہتا ہے ضرور تم سے اس درجہ عمدگی سے پیش آئیگا جہانتک اسکا عشق اور محبت کو بہی
دیگی تو گہبراہٹ میں سب کچہ ہو جائے گا پہلے محل شاہی میں تو چلکر دیکہہ۔ اسی کشمکش میں مہر النسا آگرہ
پہونچی اور محل شاہی میں داخل کر لی گئی۔ محل میں جانیکے بعد جب اسکی یہ کیفیت ہوئی تو اب اسنے دلمیں
قصد کر لیا کہ اپنے کو ہلاک کر دوں۔ اسکی حالت لونڈیوں سے بدتر تہی کسی شخص کو حکم نہ تہا کہ اسکے پاس
جائے صرف خیر النسا اسکی انا پہنچنے سے گہٹنا لگائے بیٹہی رہتی تہی۔ سوائے رونے اور زاری کرنیکے
اور کچہ نہ تہا۔ مہر النسا کو یقین ہو چکا تہا کہ کسی دن اسی تنگ و تاریک کوٹہری میں جان بحق تسلیم
ہو جاونگی۔ وہ ولولہ اور جوش جو ایک نوجوان طبیعت میں وقتاً فوقتاً اٹہا کرتا ہے سب خیرباد کہہ چکا
تہا کوئی آرزو باقی نہ تہی سنسان۔ اگر تہا تو صرف یہی تہا کہ کسیطرح جان نکل جائے اور پہر عالم

اور رات میں اپنے پیارے خاوند کے پیار سے اپنی آنکھیں سینکا کرتی۔ وہ ہر وقت جو کچھ کہا کرتی تھی اسکا
مفہوم مفصلہ ذیل شعر میں ادا ہو سکتا ہے۔ شعر۔ اب ہم ہیں کہ ہو شاید پشیمان کریں ہے۔ ایک وہ ہیں کہ
ہمیں جلوہ کے ارمان ہوں گے۔ دن اور مہینے گذرے جاتے تھے مگر کوئی نتیجہ ان خونریز باتوں کا
نہ نکلتا تھا نہ کوئی لمحہ ایسا ابتک آیا تھا جس میں انکی مصیبت اور پریشانی کا خاتمہ ہو جاتا۔ وہ غمگین تھی
اور اسکا غم گہرا اور خراب اثر پیدا کرنے والا تھا۔ خیر النسا ہر چند سمجھاتی تھی بہلا اس بناوٹی سمجھانیکا
کہیں کچھ اثر پڑ سکتا تھا۔ خیر النسا کو پہلے ہی اپنے بلند پرواز خیالات میں مایوسی ہو چکی تھی اسکے مجروح
خیالات شکستہ پر پرند کی طرح اڑتے تھے اور بہت دور جست کرنے کی ہمت کرتے تھے مگر پھڑک پھڑک نیچے
آ پڑتے تھے۔ جب آٹھ دس مہینے اسی افسوس کنان اور جگر کے شق کرنے والی حالت میں گذر گئے تو
ایک دن مہر النسا نے اپنی پیاری اور رفیقہ انا سے کہا۔ میرا دل آج بہت گھبراتا ہے۔ میرا کلیجہ
منہ کو آتا ہے اور دم گھٹتا جاتا ہے اسوقت یہی چاہتا ہے کہ میں خوب دل کھولکر روؤں اور اپنا
گریبان چاک کروں اور پھر اپنے کو قتل کر ڈالوں۔ (خیر النسا) ان باتوں سے کچھ نتیجہ نہیں نکلنے کا۔
خودکشی کرنے والا کبھی بخشا نہیں جاتا۔ یہ نصیحت آمیز باتیں وہیں تک اپنا اثر کر سکتی ہیں کہ طبیعت
مطمئن ہو اور کسی قسم کی مہلک پریشانی نہ واقع ہو اور جب جان ہی بے چین ہے پھر ان باتوں سے
کچھ نتیجہ نہیں نکلتا۔ مہر النسا کی حالت ناگفتہ تھی۔ اسکی صورت پر افسردگی اور حرمانی چھائی ہوئی تھی
اور اسکا دل زخموں سے چور تھا۔ یکا یک اس حالت اور رقت نے زیادہ اثر کیا۔ اسی بیتابی میں
ایک گرجتی ہوئی آواز میں مہر النسا نے یہ غزل گائی۔ یہی غزل تھی جس نے مہر النسا کی مصیبت کے
دنوں کا خاتمہ کر دیا اور پھر اسکو برابر ترقی ہی دلوائی۔ ایسی ترقی کہ کئی برس کیلئے وہ مالک سلطنت ہو گئی
جلال الدین شروانی نے وہ درد ناک غزل جو غالباً شمس تبریزی کی ہے نقل کی ہے جسکو بجنسہ درج کیا جاتا ہے۔

غزل

زان سو مرو این سو بیا اے گلبن خندان من ۔۔ اے عقل عقل عقل من ای جان جان جان من
زین سو نگر دان یک نظر سوی ماکن رہ گذر ۔۔ تا خار وے گرد شکر اے چشمہ حیوان من
عشقی ترا من کیستم وز اشک من سائیستم ۔۔ سفر اقی من چشمان من عشاے مژگان من
ز اشکم شیر ایستی آ قدم منزل کنا لبش، ور م ۔۔ این است تر و خشک من پیدا بود امکان من

دفعہ انپر بھی دست شفقت دراز کر بیٹھتی تھی - یہ مانا کہ وہ عقلمند تھی مگر اپنے کو عقلمند سمجھنا اور اپنی اسکو قابل ترمیم نہ جاننا یہ انتہا درجہ کی نادانی اور کج فہمی ہے - سلطنتی معاملات کو وہ بہت کم سمجھ سکتی تھی لیکن گمان یہ تھا کہ مجھے اس میں بہت بڑا درک ہے - اسپر مفصلۂ ذیل اشعار صادق آتے ہیں - اشعار

آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند — در جہل مرکب ابد الدہر بماند
وآنکس کہ نداند و بداند کہ بداند — او ہم خرک لنگ بمنزل برساند
آنکس کہ بداند و بداند کہ نداند — اسپ خرد خویش بافلاک رساند

نور جہان کی اس طبیعت نے ایک ناراضی سی کل امرا میں پھیلا دی تھی - اچھوت اور ہی باتوں سے جلتے تھے - سیشنی سردار دوسری وجہ سے افسردہ تھے - جہانگیر کو اسقدر خبر نہ تھی کہ پوشیدہ عداوت بادیکا بیج بویا جا رہا ہے - جہانگیر نے یہ بات نہ سمجھے کہ نور جہان کو اپنی سلطنت کا پورا اختیار دیا ہوا ہے تمام سلطنتی فیصلے نور جہان ہی کرتی ہو - ہان - یہ بات ٹھیک تھی اور اسکو کبھی ہو نہیں سکتا ہے کہ نور جہان کی راے مقدم بھی جاتی تھی اور جہانگیر کہ مزاج پر بہت حاوی تھی - نور جہان ہمیشہ ساتھ میں رہی جب یہ کبھی باہر نکلتی تھی تو سوار ہوتی - بڑا عمدہ انتظام ہوتا تھا - جیسا کہ ٹیرینی صاحب نے اپنے سفرنامہ میں مفصل لکھی ہے - مگر تمنی ہے کوئی اولاد نور جہان سے جہانگیر کے بیٹے نہیں ہوئی جو مالک تخت شمار کی جاتی - نور جہان بہت دنوں تک اسی آرزو میں رہی کہ کوئی اولاد نرینہ ہو تو میں فوراً مستغنی ہو جاؤں اور سے ولیعہد بناؤں مگر قدرت کو یہ منظور نہ تھا کون جانتا ہے کہ اگر نور جہان کا کوئی بیٹا ہوتا اور وہ مالک تاج و تخت بنتا - سلطنت ایک پشت بھی مشکل سے دیتی - ایکدن نور جہان اولاد کے خیال میں بیٹھی ہوئی - اسکی صورت افسردہ اور دل غمگین تھا - اکبر کی ایک بیوی نے جو کسیقدر عمر کی تھی دریافت کیا - بیٹی نور جہان تمہاری طبیعت آج کیوں سست ہے - ڈاو صاحب تاریخ ہندوستان میں لکھا ہے کہ اس بیگم کو نور جہان سے کچھ دلی موانست تھی - اور نور جہان اکثر انکے پاس جایا کرتی تھی - اور اپنی طبیعت کا کبھی کبھی بخار نکالا کرتی تھی - گویا غمگینی کی حالت میں یہ بیگم نور جہان کی ڈھارس بندھواتی تھی - اور اسکی اکثر وقت جلیس و انیس رہتی تھی - نور جہان نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا کہ مجھے کوئی عارضی پریشانی اور سستی نہیں ہے بلکہ یہ وہ غم ہے جو زندگی بھر رہے گا - یہ کہکر نور جہان رونے لگی - روتے روتے اسکی ہچکی بندھ گئی - اصل یہ ہے کہ نور جہان اپنی بالی عمر اور

عنفوان جوانی کو دیکھتی تھی اور جہانگیر کے بڑھاپے اور لڑکون کی بغاوت پر اسکی نظر جاتی تھی اس خیال
سے اسکا عیش منغص تھا۔ دیکھیے جہانگیر کے بعد کونسا بیٹا تخت سلطنت پر بیٹھتا ہے اور پھر میری کیا
نوبت ہوتی ہے۔ یہ تو محض ہی ناممکن ہے کہ مجھے یہ عروج اور اختیارات ہون اور اس سے زیادہ یہ بھی
قابل تسلیم امر نہین ہے کہ دیکھیے مین زندہ بھی رہتی ہون یا نہین - ان ہی خیالات مین کبھی رونے
لگتی تھی اور کبھی گھنٹون ان ہی باتونکی اُدھیڑ بُن مین غلطان و پیچان رہتی تھی۔ اسوقت بھی ایکی
یہی کیفیت تھی۔ جب اکبری بیگم کے دلاسے اور ڈھارس بندھوانے سے خاموش ہوئی تو یہ کہنے لگی
مجھے اماجان اولاد نہ ہونے کا غم کہا ئے جاتا ہے۔ جہانگیر کے بعد کا سمان مجھے خوفناک معلوم ہوتا ہے۔
اکبری بیگم۔ یہ زیادہ فکر کی بات نہین ہے تم اگر خواجہ معین الدین چشتی رح کی طرف اعتقاد سے توجہ کرو تو
امید ہے ضرور تمھاری مشکل کشائی ہوجائے گی۔ نورجہان شیعہ تھی وہ بھلا خواجہ معین الدین چشتی رح
کو سمجھتی ہی کیا تھی اور اکبری بیگم معتقد تھی نورجہان کو خاموش دیکھکر یہ کہنے لگی نورجہان ! تم چپ
چپ کیون ہو رہین۔ (نورجہان) خدا کی مرضی کے آگے بیچارہ چشتی کیا کرینگے۔ نورجہان کی اس
بات سے اکبری بیگم بہت خفا ہوئی۔ مگر اسنے اپنی پرجوش طبیعت کو ضبط کیا اور کہنے لگی ہان خدا کی
مرضی کے سامنے تو سب بیچارے ہین مگر وہ خدا کے پاک او مخصوصین مین سے ہین۔ خدا اپنے پاک بندون کی
دعا کو سنتا ہے اوسنے قرآن شریف مین فرمایا ہے۔ مجھسے دعا کرو مین قبول کرون گا۔ اگر حضرت خواجہ کی نسبت
تمھارا اعتقاد درست ہو تو تم ضرور اپنی مراد کو پہونچ سکتی ہو۔ یہ باتین نورجہان کے دلمین کچھ نہ جمین
وہ شیعہ تھی اور شیعہ بھی کٹھی بڑی متعصب شیعہ۔ انہین ان باتون سے علاقہ ہی کیا تھا۔ ان باتون سے
تمام سُنّی بیگمین ناراض ہوگئی تھین اور انہون نے یہ مشہور کیا تھا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی
رحمۃ اللہ سے چونکہ بداعتقادی تھی اسیلیے اسکے ہان اولاد نہین ہوتی۔

بظاہر نورجہان خوش مزاج خلیق اور لائق تھی جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہین لیکن اسکی خودرائی اور
مذہبی تعصب نے نہ صرف حرم سرا کی بیگمون کو اپنا مخالف بنالیا تھا بلکہ قریب قریب کل ارکان سلطنت
کو اپنا عدو کرلیا تھا۔ نورجہان کے بے محابا اختیارات سے ہر شخص جلتا تھا مگر جہانگیر کے آگے کسیکی کچھ نہ
چل سکتی تھی۔ نورجہان کی زندگی کے تین واقعے مشہور ہین۔ ایک اسکے خاوند شیر افگن خان کا
مارا جانا۔ اور دوسرا جہانگیر کی بیگم بننا۔ دوسرے مہابت خان کا جہانگیر کو گرفتار کرنا۔ تیسرے جہانگیر کا مرنا

اور ہوا دار لا رہی تھین کہ مہابت خان بیدار ہوا اور اسنے نور جہان اور جہانگیر کے قبضہ مین لانے کا یہ موقع
بہتر اور انسب جانا دو ہزار راجپوتون سے تو شاہی خیمون کو آکر گھیر لیا اور دو ہزار کو پل پر بھیجدیا کہ پل مین
آگ لگا کر کنارہ کی حفاظت کرین۔ جہانگیر ہنوز خواب نوشین مین پڑا خراٹے لے رہا تھا اسے کیا خبر تھی کہ
اپنی ناعاقبت اندیشی سے عنقریب یہ آفت ٹوٹ پڑیگی۔ خواصون اور خواجہ سراؤن نے جب یہ کیفیت دیکھی تو
انہون نے آہستہ سے نورجہان کی خدمت مین عرض کیا۔ مہابت خان کے راجپوت سوار خیمہ کے گرد کھڑے ہوئے
ہین انکی نگاہین بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہین وہ کچھ اور عزم رکھتے ہین۔ نور جہان کے ہوش اڑ گئے۔ مگر
پھر بھی اس بہادر عورت نے اپنے کو سنبھالا اور آہستگی سے جہانگیر کو بیدار کرکے اس سے ساری کیفیت
بیان کی۔ جہانگیر سنتے ہی آگ بگولا ہوگیا اور وہ تلوار لیکر باہر آنے لگا نور جہان نے فوراً روکا اور کہا کہ
شمشیر آزمائی کا موقع نہین ہے حضور ہزارون راجپوتون کے آگے تنہا کچھ نہین کرسکتے۔ پھر نور جہان نے کہا کہ
مین کسی ترکیب سے دریا سے پار اتر کر فوج بلاتی ہون آپ مصلحت وقت کے موافق کام کرنا۔ یہ موقع
نور جہان کے لئے نکلنے کا بڑا خوفناک تھا لیکن اس بہادر عورت نے فوراً گھوڑا منگایا جو خیمہ کے ایک حصہ مین
خاص اسی کی سواری کا بندھا ہوا تھا گھوڑے پر سوار ہو کے سیدھی دریا کی طرف روانہ ہوئی۔ پل
جل رہا تھا اور فوج اس پار دوسرا اپنا عمل دخل کر رہی تھی۔ راجپوت پل کے جلانے مین لگے ہوئے تھے یہ اپنے
ایک ہمسا خوفناک دریا مین گھوڑا ڈالدیا۔ گھوڑے نے آن کی آن مین پار پہنچا دیا۔ راجپوتون نے ہر چند تعاقب
بھی کیا لیکن وہ اسکے گھوڑے کی تیز رفتاری کے آگے گرد ہوگئے اسنے جلتے ہی اپنے بھائی سے درشت الفاظ
مین یہ فقرہ کہا۔ اب تم کیا منہ دکھاؤ گے کہ آپ شہنشاہ کو نمک حرام کے قبضہ مین کرآئے۔ یہ سنتے ہی بھائی
صاحب کے ہوش اڑ گئے اور وہ آنکھین پھاڑ پھاڑ کر آسمان کی طرف دیکھنے لگے اور ایک آہ سرد بھر کر کہنے
لگے یا علی مدد دے۔ نور جہان نے کہا یہ وقت جرأت اور جان نثاری کا ہے تمہارا فرض ہے کہ بادشاہ پر
اپنی جان نثار کر دو اور اس موذی کے پنجہ سے نجات دو۔ اس عرصہ مین مہابت خان نے جہانگیر کو اپنے
پورے قبضہ مین کرلیا تھا۔ جب مہابت خان کو یہ معلوم ہوا کہ نور جہان بھاگ کر نکل گئی تو اسے جنگ کا
خوف ہوا۔ جہانگیر سے صاف کہدیا کہ اگر حضور کی فوج نے جنگ کی تو حضور کے لیے بہتر نہ ہوگا۔ بادشاہ نے
اپنے ہاتھ سے آصف خان کے نام ایک فرمان لکھا جسکا اختصار حسب ذیل ہے

آصف خان اور نور جہان کو معلوم ہووے کہ حضور بانجانب جنگ کرنا نہین چاہتے [illegible]

حلال جان نثار خادم ہے ہم نہین چاہتے کہ ایسے جان نثار فرمانبردار خادم کے مقابلہ مین ہوکر جنگ کیجائے
ان فرمانون کو وہان کون سنتا تہا آصف خان اور نورجہان نے ذرا بہی پروا نہ کی اور کچھ سوار لیکر سپاہی
پروانہ ہوئی۔ نورجہان ہاتہی کی عماری پر بیٹہی ہوئی تہی پہلو مین اسکے خورد سال حسین اسکی جلوہ افزا
تلوار بندوق غرض سب ہتہیارون سے آراستہ تہی بڑی دلیری اور جانبازی سے اپنا ہاتہی سب سے پہلے
پانی مین ڈالا ابہی کئی قدم ہاتہی نے طے کئے ہونگے کہ راجپوت کی ایک گولی نے مہاوت کا خاتمہ کردیا۔
دوسرا مہاوت اسکی جگہ بٹہایا گیا چند قدم کے بعد وہ بہی مارا گیا۔ پہر تیسرا بیٹہا اسکا بہی یون ہی فیصلہ
نورجہان غصہ مین آپ مہاوت کی جگہ بیٹہی۔ لڑکی عماری مین بیٹہی تہی لفصہ یا طے کیا ہوگا کہ
جوان ملکہ کم عمر لڑکی کے بازو مین ایک تیر لگا اور وہ سخت زخمی ہوکر عماری مین گر پڑی نورجہان نے اپنی
ہاتہی بیٹی کے مجروح ہونیکا بہی ذرا خیال نہین کیا۔ اور آگے بڑہتی چلی گئی۔ پوری فوج نورجہان کے
مانہ کنارے پہنچا اسکی ادہر راجپوت بہت تہے ادہر نورجہان کے چند سوار تہے سخت خونریزی کے ساتہ مقابلہ
ہوا اور نورجہان کو کامل شکست ملی۔ اور وہ اب واپس پہرنے پر مجبور ہوئی۔ نورجہان واپس چلی آئی
اور اب اسے اپنی جان بچانے کا فکر ہوا۔ ڈاؤز ہسٹری آف ہندوستان مین لکہا ہے کہ نورجہان میدان
سے بہاگ کر سیدہی لاہور چلی گئی۔ مہابت خان دانت پیس رہا تہا کہ نورجہان ہاتہ آجائے تو اسکی
دانتون سے بوٹیان چباؤن۔ جہانگیر سے اسے کچہہ پرخاش نہ تہی بلکہ اسنے یہ اقرار کرلیا تہا کہ اگر نورجہان
میرے قبضہ مین آجائے گی تو مین حضور کو فوراً چہوڑ دون گا۔ جب مہابتخان کو یہ خبر ہوئی کہ نورجہان
لاہور پہونچی تو اسنے جہانگیر کو اسبات پر آمادہ کیا کہ آپ نورجہان کو لاہور سے طلب کرلین اور آصف خان
کے بہی حاضر ہونے کا فرمان لکہین۔ جہانگیر نے پہلے آصف خان کو اپنے قلم سے مفصلہ ذیل خط لکہا جسکو
ہم بعینہ درج ذیل کرتے ہین۔

(بعد القاب وغیرہ کے) مہابت خان ہرگز میرے پرخاش نہین ہے گو بظاہر تمہین یہ معلوم ہوتا ہے کہ مین
اسکے قبضہ مین ہون لیکن دراصل مین آزاد ہون اور مجہے وہ ہی حکومت حاصل ہے جو پہلی تہی۔ مہابتخان
سے عہد و پیمان ہوگیا ہے اسنے اقرار کرلیا ہے کہ آصف خان اور نورمحل کو خدانخواستہ کچہہ تکلیف
نہ پہونچیگی۔ چونکہ اس معاہدہ کا تعلق تمہاری ذات سے ہی بہت ہے اسلیئے تم کو لکہا جاتا ہے کہ تم
بےخطر چلے آؤ۔ اور کچہہ فکر نہ کرو ہم تمہاری پشت پناہی پر موجود ہین۔ فقط۔

برا معلوم ہوا اسلیے تجکو میرے قبضہ مین کر دیا ہے تاکہ تیرے ظالمانہ افعال کی پوری سزا دون۔ پبلک مین تین تجھے بے عزتی سے قتل کرون کا جبتک تجھے سزا دی جائے کم ہے۔ نور جہان نے اِن باتون کا کچھ جواب نہ دیا وہ متانت اور سنجیدگی سے مہابتخان کی ناجائز گفتگو تو سُن رہی تھی اور چپ تھی۔ اسکو چپ دیکھکر مہابتخان نے پھر کہا کچھ جواب نہین دیتی تیری وہ چالین اور فریب کہان گئے کہ جو تو سلطنت کے معاملات مین کرتی تھی اب ایسی ہی گم ہوئی ہے کہ مہر سکوت لبون پر لگ گئی۔ نور جہان نے اپنی اسی صابرانہ حالت سے بنی ہوئی اور تلی ہوئی آواز مین یہ جواب دیا۔ مہابت! جو الزامات کہ تو مجھپر قایم کرتا ہے اگر وہ صحیح ہین تو بیشک ایسی سزا کے لیے جو تو اور میرا خدا تجویز کرے مین مستعد ہون۔ یہ جواب سنکر مہابت علیہ جہانگیر کے پاس آیا اور اسی تندی سے اسنے یہ سوالات جہانگیر سے کیے۔ تو ہم درج کرتے ہین۔

مہابت نے اسی سلطنتی ادب آداب کو بالاے نام ملحوظ رکھکر یہ دریافت کیا کہ کیا حضور خلیفہ رسول صلعم ہین تو مین ہ جہانگیر سواے مثبت کے اور کیا جواب دیتا۔ پھر مہابت خان نے یہ کہا۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ باوجود خلیفہ نبی ہونے کے انصاف نکرین۔ کیا آپ کو نہین معلوم کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقدمہ فیصل کرتے وقت فرمایا تھا۔ کسی شریف زادی نے ایک چیز چرالی اسکا مقدمہ آنحضرت صلعم کے پاس آیا چونکہ وہ شریف زادی تھی اور اوس نے پہلے کبھی چوری نکی تھی اسلیے چند صحابہ کی صلاح ہوئی کہ اوسکی سفارش کرنی چاہیئے کہ اسکا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ اس بنا پر ایک صحابی نے سفارشاً رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا۔ جونہی رسول اللہ نے سفارشی الفاظ سُنے آپنے تروکیگی آواز مین یہ فرمایا (اسوقت خیف جسمین خدا کا پورا جلال جلوہ دے رہا تھا آپکی روشن نورانی آنکھون اور مبارک چہرہ پر تمتما رہا تھا۔) قسم ہے اوس خدا کی جسکی مٹھی مین میری جان ہے اگر میری بیٹی فاطمہ چوری کرتی تو مین اسکا ہاتھ ضرور کاٹ ڈالتا۔" اب اے خلیفہ رسول اللہ مین آپ سے عرض کرتا ہون کہ جب آپکے نبی کی یہ کیفیت تھی پھر آپ کا کیا یہ فرض نہین ہے کہ آپ ایسی ظالم عورت کو سزا دین جس نے ... مسلطنت مین ظلم وستم کی آگ بھڑکا دی۔ ایک جہان اس سے نالان ہے۔ اور از حد اپنا ... دی ہین۔ (جہانگیر) مہابت دھیمی آواز سے۔ تمہارا اشارہ کسکی طرف ہے۔ بیشک ایسا شخص سزا دینے کے قابل ہے (مہابتخان) وہی حضور کی بیگم نورجہان۔ جس نے جبسے کہ حضور کی حرم سرا مین داخل ہوئی ہے ملک تجھے چہرا سپہ ... امیر ہین تو اسکے ہاتھون سے نالان ہین اور غریب ہین تو

اسکی جان کیوں دعا کرتے ہیں ؟ (جہانگیر) کیا وہ ایسی ظالم ہے۔ جہانگیر نے یہ سوال اس لہجہ سے کیا کہ گویا اسکا ظالم ہونا اسے یقین نہیں ہے۔ مہابت نے یہانتک مجبور کیا کہ جہانگیر نے اسکے قتل پر دستخط کر دیئے۔ دستخط کا ہونا تھا کہ قتل کی خوفناک خبر وحشتناک آگ کی طرح سارے کیمپ میں اڑ گئی۔ جوں ہی نور جہاں نے یہ خبر سُنی کلیجہ پر ہاتھ رکھکر اوندھی ہو گئی۔ جہاں اسکی آنکھوں کے آگے اندھیرا تھا۔ اسے یقین ہو چکا تھا کہ اب میں نہیں بچونگی۔ موت اسکی آنکھوں کے سامنے پھر گئی تھی اور اب اسے اپنا کوئی معاون نہ معلوم ہوتا تھا۔ آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتی تھی اور آنسو ڈبڈبا کر چپکی ہو رہتی تھی۔ کوئی دستگیری لینے والا نہ تھا۔ اتنے میں مہابت پہونچا اور اسنے ہنسکر یہ الفاظ کہے۔ "بیگم صاحب آپکے پیچھے عاشق جہانگیر ہی نے آپکے قتل پر مُہر کر دی ہے۔ یہ سُنکر نور جہاں بے اختیار رو اٹھی۔ مہابت نے دریافت کیا تم کیوں روتی ہو۔ اسنے جواب دیا کہ مجھے صرف ایک آرزو ہے کہ میں قتل ہونے سے پہلے ایکدفعہ بھی جہانگیر کو دیکھ لوں۔ مہابت نے نور جہاں کو اس امر کی اجازت دیدی۔ نور جہاں اپنی اسی پژمردہ صورت اور غمگین شکل سے حاضر خدمت ہوئی۔ آنکھیں نیچی تھیں مصفا اور روشن مگر کسیقدر مرجھائے ہوئے [illegible] آنسوؤں کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ نور جہاں اپنی اس نہایت مجبوری سے جہانگیر کے پاس کھڑی ہو گئی۔ جہانگیر نے جب اسکی اس مظلومانہ صورت کو دیکھا پھر الفت کی آگ دوبارہ اسکی طبیعت میں بھڑک اٹھی اور وہ فوراً مہابت سے یہ کہنے لگا۔ تم سے میں سفارش کرتا ہوں کہ تم نور جہاں کا خون بخشدو اور اسکے قتل سے ہاتھ اٹھاؤ۔ مہابت نے یہ سُنکر عرض کیا اگر حضور کی یہ مرضی ہے تو بندہ کیا عذر کر سکتا ہے اسطرح سے نور جہاں بیگم کی جان بچی۔

مُلّا صاحب اپنی کتاب Biographical Dictionary of The Celebrated Women of Every age. کے صفحہ ۵۴۹ میں اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ جونہی نور جہاں جہانگیر کے سامنے آئی اسکے دلفریب حسن کا چمکارا پھر جہانگیر کی آنکھوں میں وہی پہلی سی چکا چوند کرنے لگا۔ اسکے دلکش منظر نے فوراً جہانگیر کو اسطرف مائل کیا کہ وہ اپنی پیاری بیگم کی مہابت سے جان بخشنے کی سفارش کرے۔ جہانگیر نے مہابت خان سے یہ فقرہ کہا (اپنی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا کر) کیا تم اس عورت کی جان بخشی کروگے۔ دیکھو وہ کس طرح رو رہی ہے۔ (مہابت) حضور خداوند نعمت [illegible]

نہیں جا سکتا۔ صرف اسی طرح سے نورجہاں کی جان بچی ورنہ نہیں اگر وہ جہانگیر کے پاس نہ آتی تو بے شک اسکے
قتل ہونے میں کوئی بات باقی نہ تھی۔ مہابت کو یقین ہو گیا کہ جہانگیر میرے قبضہ سے اب نہیں نکل سکتا۔ وہ
جہانگیر کی آڑ میں آزادانہ حکومت کرنے لگا اور اپنی شان و شوکت کے خوفناک باتیں دکھائی۔ نورجہان
اپنی تدبیروں میں مشغول تھی۔ نئے نئے منصوبے گانٹھتی تھی اور انکی اطلاع جہانگیر کو بھی کرتی تھی
مگر اسکے مقابل میں مہابت خان بیہوش ہو گیا تھا اور وہ اس خیال سے کہ ہمیشہ میری ہی شوکت بنی رہیگی
تمام امور سے غافل ہو کر حکومت و عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا۔ جہانگیر جب کابل کی طرف جا رہا
تھا تو اثنائے راہ میں شاہی احدیوں اور راجپوتوں میں سخت کلامی شروع ہو گئی۔ راجپوت مہابت کے
غالب ہونے سے چیرہ دست ہو گئے تھے۔ سخت کلامی سے نوبت کشت و خون پہونچی۔ آٹھ سو راجپوت مارے گئے
مہابت کو یہ سنکر سخت غصہ آیا اسنے حضور میں عرض کیا کہ یہ [illegible] خون خواجہ قاسم برادر خواجہ ابوالحسن
اور بدیع الزمان اسکے داماد کے صدقہ میں ہوا ہے صرف انکی شرارت سے [illegible] راجپوت مارے گئے
بادشاہ اسقدر دبا ہوا تھا کہ اپنے ان سرداروں کو مہابت خان کے حوالہ کر دیا۔ مہابت نے انکو نہایت
بے حرمتی کے ساتھ کابل کی شاہراہوں میں تشہیر کرایا۔ [illegible] نورجہان ان سب باتوں کو [illegible]
سے دیکھتی تھی مگر اف نہ کرتی تھی۔ اس عرصہ میں شاہی فوج [illegible] ایک دن بادشاہ
[illegible] گذشتہ [illegible] مہابت خان [illegible]
[illegible] سب [illegible] اللہ [illegible] مہابت [illegible]
اسکے ساتھیوں کا فیصلہ کر دیں۔ نورجہان نے [illegible]
حضور [illegible] کوئی صدمہ پہونچے۔ اسکے علاوہ [illegible] جب
ہندوستان کی طرف مراجعت ہوئی تو رہتاس میں [illegible] مہابت خان کی کوتاہ اندیشی نے
یہاں اسکی بازی ہروا دی۔ اپنے راجپوتوں کو محافظ شاہ ٹھہرا کر وہ آگے روانہ ہوا جب بہت دور
نکل گیا تو نورجہان کے اشارہ سے شاہی فوج آگے بڑھا کی جتنے راجپوت کہ محافظ تھے سبکو بآسانی
گرفتار کر لیا۔ پورے چھ مہینے کے بعد بادشاہ مہابت کی قید سے چھوٹا۔ تاہم آصف خان مگر ابھی
آصف خان اور نورجہان کے کنبہ کے بھائی بند مہابت کے پاس قید تھے۔ نورجہان بڑی عقلمند تھی
اسنے جلدی نہ کی بلکہ جہانگیر کی طرف سے یہ فرمان لکھوا کر جاری کیا۔ اس فرمان کا مختصر مضمون یہ تھا

اگر تو اپنی خیر چاہتا ہے تو ہمارے اس حکم کی فوراً تعمیل کر۔ اول یہ کہ آصف خان کو مع ہمراہیوں کے ہمارے حضور میں پہونچا دے (آصف خان اپنی حماقت سے پیغام وسلام کے بعد مہابتخان کے ہاتھ پڑ گیا تھا) دوم یہ کہ شہزادہ خرم کا تعاقب کر جو ٹھٹھہ کی طرف گیا ہے۔ سوم طہمرث اور ہوشنگ شہزادہ دانیال کے لڑکون کو حوالہ قاصد حضور کر۔ چہارم لشکری ولد مخلص خان اپنے ضامن کو فوراً بھیج۔ اگر تو نے اس میں ذرا بھی چون وچرا کی تو پھر اپنی زندگی سے ناامید ہو جائیو۔ مہابت نے صرف آصف خان کو توقف کیا اور کل حکمون کی بجا آوری کی۔ آصف خان کے نہ آنے سے دوسرا فرمان بڑی شد ومد کا پہونچا کہ اگر تو آصف خان کے بھیجنے میں ذرا بھی دیر لگائی تو یاد رکھیو کہ تجھے نامعلوم دقتون کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مہابت نے خوف میں آکر آصف خان کو مع اسکے ہمراہیون کے چھوڑ دیا۔

اس صورت سے نور جہان نے اپنے پیارے شہنشاہ کو خلاصی دلوائی۔ چونکہ ہمین نور جہان کی سوانح عمری لکھنی ہے اسلیئے مہابت کا ذکر نہ کرینگے صرف اسیقدر لکھنا کافی ہے کہ مہابت خان کی زندگی کا باقی حصہ اچھی حالت سے بسر نہین ہوا۔ نور جہان کی اس عقلمندی اور دلیری سے جہانگیر اور بھی اسکا مطیع ہو گیا اور گویا اب نور جہان کو سلطنت کے پورے اختیارات سپرد ہو گئے۔

تیسرا واقعہ جو سب واقعون میں غمگین تر اور غضب انگیز تھا، وہ جہانگیر کی موت تھی۔ ابھی جہانگیر میں دم باقی تھا اور کسیقدر ہوش بھی تھا۔ سر نور جہان کے زانو پر تھا اپنی کرب اور تکلیف کی حالت میں جہانگیر نے آنکھ کھول دی۔ اور ایک پست مگر ممکن السمع آواز میں یہ کہا۔ پیاری نور جہان! اب تو کوئی توقع مجھے اپنی زندگی کی نہین ہے۔ کیا عجب ہے کہ مین پھر تمہارے زانو سے سر نہ اٹھا سکون مجھے اپنی حالت سے یقین ہو چکا ہے کہ اب مین نہین بچنے کا۔ (نور جہان) اپنی رقت خیز طبیعت کو روک اور اپنی بھر بھری آواز کو صاف کر کے۔ یہ حضور کیا فرماتے ہین۔ میرا دل تو پہلے ہی زخمون سے چور ہے آپ اچھے ہو جائینگے یہ کچھ ایسا سخت مرض نہین ہے کہ حضور ایسے مایوس ہوتے ہین۔ خدا پر نظر رکھیئے وہ ساری مشکلین آسان کرتا ہے۔ (جہانگیر) یہ تو صحیح ہے لیکن یقیناً اب مین نہین بچ سکتا۔ یہ سنتے ہی نور جہان پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی جہانگیر نے چاہا ہاتھ بڑھا کر اسکے آنسوؤن کو پونچھے مگر ناطاقتی سے ہاتھ نہ اٹھ سکا۔ یہ نظارہ اور بھی قابل حسرت تھا۔ جہانگیر کی آنکھون سے بھی آنسو جاری تھے۔ ایسی جانکندنی کی حالت مین جہانگیر نے یہ فقرے کہے۔ [illegible]

مفارقت عارضی ہے تحقیق ہم ایسے عالم میں ملیں گے کہ پھر جدا نہ ہونگے - جہانگیر پر فنا اور قاتل جانگدیان
ہمہ پر یلغار کرتی ہوئی حملہ آور ہو رہی تھیں لمحہ بلمحہ سکرات الموت کی بلاخیز آفتیں جہانگیر کو عزرائیل سے
مصافحہ کرنے کے لیے مستعد بناتی جاتی تھیں - اب جہانگیر میں یہ قوت بھی نہیں رہی کہ وہ نورجہان سے
کچھ اور باتیں کرتا - نورجہان سمجھ چکی تھی کہ میرا تاج جبرا میرے سر سے کھینچا جارہا ہے اور میرا شہنشاہ
ہمیشہ کے لئے مجھ سے رخصت ہو سکتا ہے - اپنے دل کو تھام کر نورجہان نے ٹھوڑی پر ہاتھ رکھکر کہا حضور
آپ ابھی سے ایسے خفا کیوں ہوتے ہیں کہ زبان بھی سے نہیں بولتے - جہانگیر میں ہوش تھا اتو نورجہان
سے ضبط نہ ہوسکا اور وہ ذرا آواز سے رونے لگی - اسکے رونے سے جہانگیر نے آنکھیں کھولدیں اور اشارہ سے
منع کیا کہ اب نہ رو خدا پر نظر رکھو - مریض کی یہ باتیں ایسی باطمینان نہیں ہوتیں کہ صبر آجائے اور اسکا
کوئی عزیز یا دوست خاموش ہو رہے بلکہ ایسے رقت آمیز وقت میں اس قسم کی اطمینان دینے والی باتیں
اور بھی جگر کے شق کرنے والی ہوتی ہیں شعر جس نے اسکا زخم کھایا ہے اوسے معلوم ہے - تیغ ابرو کی صفت
گھائل سے پوچھا چاہیئے - ایسی حالت میں جہانگیر نے اپنا واپسین دم پورا کرکے نورجہان کے زانو پر جان دی
جسکی تاریخ ملا کشفی نے کیا خوب کہی ہے - ع جو تاریخ وفاتش جست کشفی - بخرد گفتا جہانگیر از جہان رفت سنہ ۱۰۳۶
پھر تو نورجہان کا زاری کرنا غضب انگیز تھا کبھی وہ اپنی بیتابانہ ماتم زدہ حالت میں یہ کہنے لگتی تھی -

چلتے ہوئے کہتے قیامت کو ملیں گے	کیا قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور
تم ایسے کہاں کے تھے کھرے وا دو ستد کے	کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور

جہانگیر کے مرنیکے بعد نورجہان کی جو کچھ کیفیت گذری درج کیجاتی ہے - جہانگیر کے انتقال پر نورجہان نے
آصف خان کی مدد سے اپنے نواسے بلاقی کو دہلی کے تخت پر بٹھا دیا - نورجہان یہ تو خوب جانتی تھی کہ بلاقی
ہرگز سلطنت کا بار نہ اٹھا سکیگا مگر پھر بھی وہ کچھ کوشش کیے جاتی تھی کہ شاہجہان تخت نشین نہ ہو اور
بلاقی ہی مستقل سلطان بنے - نورجہان عقلمند بھی تھی اور ہوشیار بھی تھی پھر بھی اپنی بجھی ہوئی طبیعت
اور مجروح خیالات سے لاچار تھی - اسکے اولوالعزم قصد پست ہو گئے تھے اسکے خیالات کی جودت مدھم
پڑ گئی تھی اسکے ذہن میں زنگ آگیا تھا - ملک گیری کی ہوس اسکے دل سے بالکل جاتی رہی تھی اور اب
وہ چاہتی تھی کہ ایک گوشہ رہنے کے لیے ملجائے جہاں میں عمر کا باقی ماندہ حصہ گذار دوں - بلاقی
[illegible] بہت کوشش کی لیکن آصف خان کے آگے [illegible]

هنگام سحر دلبر من جلوه گر آمد
جان بر تنم از قالب فرسوده بر آمد

غافل منشین اے دل غفلت اثر من
برخیز که هنگامه فزائے بسر آمد

نور جہان گرچه بظاهر زن است
در صف مردان زن شیرافگن است

نو هم نارم حدیقه ام گلزارم
دیدم منعم به نعیم زنارم

لے نے غلطم سراچه گفتم نسیم
بوئے گلم و طبیعت گلزارم

زنار عشق عنبر ظاهر نسیم گل در چمن پیدا شد
اگر عالم بخلوت خانه شمع انجمن سوزد

اسکے علاوہ نور جہان کی بہت سے غزلین بھی نقل کی گئی ہین جن مین چند اشعار ہم چہاپکر اور بھی لکھتے ہین۔

جلوه گه به خوش خرام ماست خاک لاله زار
نقش آن پائے حنائی جا بجا افتاده است

دوست گلچین قتل عام لاله و گل میکند
باغبان در پائے گلبن مست خواب افتاده است

نیست غم زان غمے ملکش اگر بر باد رفت
آه ازان دردے که شیرین بر سر فرهاد رفت

اشکم نه همین از دیده چو سیلاب میرود
تا چشم کار میکند این آب مے رود

گویند مردمان غم دیوانه مے خورند
دیوانه هم شدیم و غم ما کسے نخورد

جلال الدین سروالی لکہتا ہے کہ نور جہان نے اپنے خاوند کی قبر پر اپنے ہاتہہ سے رنگین بیل بوٹے بنائے تہے اور ان کا اکثر حصہ یہ قبر ہی پر گذارا کرتی تہی۔ نور جہان کا سنہ ۱۶۴۶ء مطابق سنہ ۱۰۵۵ ہجری کو انتقال ہوگیا۔ اور اپنے ساختہ سرداب مین جہانگیر کے پہلو مین رکہی گئی۔ جو کچہ ہم نے نور جہان کا حال لکہا ہے یہ ان عربی۔ انگریزی۔ فارسی۔ تاریخون کا خلاصہ ہے کہ جو مغربی دنیا مین مستند سمجہی جاتی ہین اور انکی ابتک سچائی زبان زد عوام ہے۔ بہت سی اُن بے بنیاد باتون کو جو بعض ناواقف مورخون نے نور جہان کی نسبت عائد کی تہی اور ان کا پتہ کسی معتبر تاریخ مین نہ لگتا تہا ہم نے قلم انداز کردی اور وہی باتین منتخب کرکے لکہین کہ جو نہایت صحیح ہین۔

بعض مورخون نے ان باتون کو بہی نقل کیا ہے جن سے نور جہان کی حاضر جوابی ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً لکہتے ہین بادشاہ نے عید کا چاند دیکہکر پڑہا یہ مصرع ع ہلال عید با وج فلک نمایان شد ٭ نور جہان نے فی البدیہہ یہ دوسرا مصرع کہا ع کلید میکدہ گم گشتہ بود پیدا شدہ ٭ دوسری نقل ہے کہ ایکدن

جہانگیر اپنی دوسری بیگم حیات النسا کے پاس بیٹھا ہوا تھا شراب مین سرخوش تھا۔ جہانگیر نے کہا کہ تمنے کبھی میری مونہہ کی بو کی شکایت نہین کی۔ نور جہان بارہا کہہ چکی ہے۔ اسنے بڑی متانت سے جواب دیا۔ حضور مین نے تو آپ کا ہی مونہہ دیکھا ہے مجھے اچھی بری بو مین تمیز نہین ہو سکتی۔ نور جہان دو دو مونہہ دیکھے ہوئے ہے اسکا بدبو اور خوشبو کا تمیز کرنا کچھ تعجب انگیز امر نہین ہے۔ یہ سنکر جہانگیر بہت خوش ہوا اور یہ کیفیت نور جہان سے جاکر کہی اسنے دست بستہ عرض کیا کہ رانی صاحبہ سچ فرماتی ہین حضور یہ دریافت فرماتے نہ رانی سے مجھے یہ نا ملایم بات سنواتے۔

جلال الدین نے نور جہان کے مزاج پر بڑی بحث کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ نور جہان نہ صرف خوش مزاج حاضر جواب اور ظریف تھی۔ بلکہ خلیق اور مہذب بھی بلا کی تھی۔ اسکا برتاو اپنے ماتحتون سے قابل تعریف تھا۔ یہ اوس سے سخت نفرت کرتی تھی کہ جو منہ دیکھا ہوتا تھا یا سرکشی کرتا تھا اور سب صفتون کے علاوہ ایک یہ صفت بہت بڑی تھی کہ دو باتون مین مخاطب کے اپنا رام کر لیتی تھی۔ ممکن نہین کہ وہ کسی سے دو باتین کرے اور اوسکا دل اپنے قابو مین نہ لے آوے۔ جہانگیر صرف اسکے خداداد حسن پر فریفتہ نہ تھا بلکہ اسکی جادو بھری شیرین تقریر اسکی موسیقی خیز آواز اور اسکے علم و ہنر اسکی شائستہ حالات پر جان دیتا تھا یہان تک فریفتہ ہوا کہ اپنی مُہر مین نور جہان کا بھی نام شامل کندہ کرادیا۔ وہ مہر یہی شعر یہ ہے

نور جہان گشت بحکم الہٰ	ہمدم و ہمرازِ جہانگیر شاہ

نہ صرف مہر سلطانی مین نور جہان کا نام کندہ تھا بلکہ سکہ مین بھی یہ نام موجود تھا۔ شعر

بحکم شاہ جہانگیر یافت صد زیور	بنام نور جہان بادشاہ بیگم زر

ایک مورخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب کبھی نور جہان شکار کھیلنے جاتی تھی بادشاہ رکاب پکڑ کر تھامتا تھا اور سہارا دیکر مغربی طرز پر سوار کرتا تھا۔ مشرقی شہنشاہ کے لیئے یہ فعل معجزہ سمجھا جاتا ہے۔ جہانگیر ہمیشہ یہ دعا مانگا کرتا تھا کہ نور جہان کو زندہ چھوڑ کر مین مرون وہ دعا پوری ہوئی۔ فقط

اب ہم باقی اور تین بیگمات جہانگیر کے حالات مزید دلبستگی ناظرین کے لیئے درج کرتے ہین

جہانگیر کی دوسری بیگم وید کماری الملقب بہ آرام جان بیگم

یہ رانی راجہ بہگونت سنگہ ولد بہارا مل کچھواہہ کی لڑکی تہی۔ جہانگیر کی پہلی مرتبہ اسی سے شادی ہوئی تہی بہگونت سنگہ رانی کا باپ بڑا دور اندیش اور قابل شخص تھا جیسا یہ اپنے مذہب کا پابند تہا اسیقدر زمانہ ساز بھی بہت بڑا تہا۔ اپنی سلطنت کو قایم رکہنے کے خیال میں اسنے بڑی بڑی تدبیرین کین لیکن سوا اس تدبیر کے کوئی تدبیر اس بہتر نہ آئی کہ اپنی نوجوان حسین لڑکی کو جہانگیر کے حوالہ کر دے۔ جہانگیر کی عمر پوری ۱۸ برس کی تہی جب اول اول اس سے شادی ہوئی ہے سولہ برس کی وید کماری کی عمر اور ۱۸ برس کی دولہ کی عمر عجیب کیفیت پیدا کر رہی تہی۔ جلال الدین شروانی نے اپنی کتاب تاریخ النساء مین لکہا ہے (صفحہ ۴۲) کہ اس لڑکی نے ایک کتاب حقوق مہاراجگان لکہکر اپنے کو اپنی ہمعصر بیگمون اور رانیون سے ممتاز کیا۔ تاہم اپنی اس لیاقت اور علمیت پر وہ تندخو بلا کی تہی۔ اسنے اخلاق کا کبھی گہر ہی نہین دیکہا تہا۔ جو کتاب کہ اسنے تصنیف کی تہی اس سے فراست وکیاست ہویدا تہی مگر افسوس یہ ہے کہ اسکی تندخوئی نے ہمعصر رانیون کی نگاہ سے اسے گرا دیا تہا۔ ہمارے بڑے بڑے محقق مورخون نے جہان اور بیگمون یا رانیونکی کیفیت بیان کی ہے وید کماری کا انہون نے کہین ذکر نہین کیا۔ اس رانی کے افعال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذہبی گروہ مین سے ہے لیکن اسکے دلی عقائد مذہبی نہین تھے۔ وہ مذہب سے ایسی ہی نفرت کرتی تہی کہ جیسے سچا مومن کفر سے۔ اسی لحاظ سے جلال الدین شروانی اسکے لئے اچھے الفاظ استعمال نہین کرتا۔

جہانتک ہم نے مختلف کتابون کی چہان بین کی اور دیکہا ہمین کسی تاریخ مین مفصل کیفیت جہانگیر کی پہلی بیگم کی نہین معلوم ہوئی۔ اسلئے ہم جلال الدین شروانی کے قول کو تسلیم نہین کر سکتے کہ وہ تندمزاج تہی اور بداخلاق تہی۔ جب اسکی کتاب دیکھی جاتی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کس بلا کی عاقلہ فہیم ذہین سمجہدار تہی ایسی صفات سے موصوف ہوکر پہر ایک قابل عصمت پناہ خاتون بداخلاق نہین ہوسکتی۔ ہان یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ اسکا مزاج سادہ ہو اور وہ کسی سے زیادہ میل ملاپ رکہنا پسند نہ کرتی ہو۔ اس کتاب مین جس مین شاہون یا مہاراجاؤن کے حقوق بیان کیئے ایک باب مین خدا اور مخلوق کی الفت کا بہی ذکر کیا ہے۔ گو یہ کتاب بہاشہ مین لکہی گئی ہے لیکن اسکے فارسی ترجمہ سے جو بعد ازان دارا شکوہ جہانگیر کے پوتے نے کیا معلوم ہوتا ہے کہ دعوے کے ثبوت مین دلائل کس غضب کے استوار اور زبردست ہین۔ اپنے مطلب کو کس

پہلوؤن پر لاکر ادا کیا ہے اور مختلف مطالب کا انبار کس قدر پایا جاتا ہے - خدا کی لازوال محبت پر کس شدومد سے
بحث کی ہے جس سے تصوف ٹپکتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ راقم خدا کی محبت مین ڈوبا ہوا ہے - ایک فلاسفر کا
یہ قول صحیح ہے کہ مصنف کی طبیعت کا نقشہ ہو بہو نہ سہی پھر بھی کسی نہ کسی قدر اسکی تصنیف مین پایا جاتا ہے
پھر ہم کیونکر تسلیم کر لین کہ اس مین وہ صفات تہی جو جلال الدین شروانی نے نقل کیئے ہین - یقیناً اس
فاضل مورخ کو مغالطہ پڑا ورنہ وہ کبھی بہی اس آزادی سے ان الفاظ کے لکہنے مین قلم نہ اٹھاتا - مہاراجہ
نوجوان ہونے پر بھی اس سے ایسا ہی خوش رہتا کہ جیسے دولہا ہمیشہ اپنی پیاری بیوی سے - ہان یہ
صحیح ہے کہ اس مین چاپلوسی کرنی اور زیادہ چھیڑ چھاڑ کرنے کی عادت نہ تہی - دوسری بات یہ بھی قابل تعریف
ہے کہ اپنے کسی امیر کی شکایت کبھی کسی سے نہین کی نہ اپنا دلی حال بیان کیا - اسکی تہذیب اور آداب
مجلسی اسکے اصلی درجہ سے - وہ خود بھی سنجیدہ اور متین تہی اسلئے اسکا اخلاق بھی متانت خیز اور سنجیدہ تہا
جو کچہ اسنے حقوق مہاراجگان اپنی کتاب کے پانچوین باب مین تصوف کے بارے مین لکہا ہے دارا شکوہ کے
ترجمہ سے نقل کرتے ہین جس سے ناظرین یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ آیا جلال الدین شروانی کا خیال اسکی نسبت
صحیح ہے یا ہماری رائے درست پڑتی ہے - آگے جا کر ہمین ایک بات اور معلوم ہوئی کہ شاہ جلال الدین نے
خود اس کتاب کو نہین دیکہا صرف سنا ہی سنا ہے اگر وہ دیکہتا تو ضرور اسکی رائے مین تبدیلی آکر واقع
ہوتی - ہم خاطر سیکی کتاب سے مفصلہ ذیل عبارت نقل کرتے ہین - وہو ہذا -

ہیہات ہیہات ازان گاو کہ از خانۂ تاریک این روشنی پدید آمد آنچہ نادیدہ بود در دید آمد رہ پیدا آمد چو آدم
شد پدید زد کلید ہر دو عالم شد پدید - ای جان من عبودیت و ربوبیت ای جہان تو نہان صفتانی
اند و بدین صفتہا در ظہور آمد و این ہر دو بعینہ در وجود انسان موجود است - چنانچہ لفظ مثل و مقال
این ہر دو حرف چنانچہ واو و میم از یکی بر آمدند اما اگر نظر بہ میم داری واو محو شود اگر نظر بر واو
داری میم در میان میرود - پس حضوری واو در غایبی میم و غایبی واو در ظہوری میم یعنی در غایبی
غایبی اوست و در غایبی ما ظہوری اوست - مراد از میم منی است و مراد از واو وی است یعنی
ازین دو صفت بہر چہ نظر داری تو ہمانی - پس باید کہ نظر بر حال ہر واو باید داشت و میم فانی صفت
باشد خیال اسم او کہ جسم پنہان کہ میگردد الف در جسم پنہان اگر عین بینی عین است و اگر غین بینی
[illegible] عین است عینہا ہر جا بہ دو جا مثل خال است [illegible]

آمد پس عبودیت و ربوبیت این صفت ذاتی اند۔

مشتے نمونہ از خروارے کافی ہے صرف ان ہی چند پانچ سطروں سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ کیسی قابلہ تھی جس نے
جوگ بشسٹ دیکھی ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ سنسکرت میں کتنی رنگینی ہوتی ہے جسکو ایشیائی رنگینی کہتے ہیں وہ
سنسکرت ہی کی رنگینی سے غرض ہے۔ ہندوؤں کے زمانے میں سنسکرت کی لیٹریچر کو بہت کچھ ترقی ہو گئی
تھی اور امرا کی لڑکیاں عموماً سب پڑھی لکھی ہوتی تھیں۔ ودیکماری کے معتقدات پر ہم صرف اسکی کتاب سے
اندازہ کر سکتے ہیں۔ جہاں اسنے التصوف کی اصلی کیفیت لکھی ہے دوسرے باب میں کسیقدر آزادی کو
بھی برتا ہے لیکن وہ ایسی آزادی نہیں ہے کہ معمولی نظریں بھی اسکے مطالب میں بیٹھ جائیں ممتاز نظریں بھی
تھوڑے غور کے بعد اسکے مطالب سے آشنا ہو سکتی ہیں۔ مل مین صاحب لکھتے ہیں کہ ودیکماری عیسائی ہو گئی تھی
یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا اسکا محل شاہی میں بغیر تلقین و ترغیب کے شریف ہو جانا اعجاز تو کہا جا سکتا ہے۔
مل مین صاحب اسکے ثبوت میں یہ پیش کرتے ہیں کہ اسکا بیٹا خسرو عیسائی تھا۔ ابھی تو اسمیں شک ہے کہ آیا
خسرو ودیکماری کا بیٹا عیسائی تھا یا مسلمان تھا۔ ٹیلر صاحب اپنی تاریخ ہند میں لکھتے ہیں کہ خسرو
عیسائی تھا اور وہ عیسائی ہونے کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اسنے سوائے ایک شادی کے دوسری شادی
نہیں کی۔ یہ بات بھی قابل مضحکہ ہے کہ اگر کوئی ایک ہی نکاح کرے تو وہ عیسائی ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے
ہزارہا شریف خاندان ہندوستان میں آباد ہیں کہ وہ سوائے ایک نکاح کے دوسرا نکاح کرنا عیب جانتے ہیں کیا وہ
سب عیسائی ہیں۔ جب خسرو پیدا ہوا جہانگیر اسے گود میں لیکر بہت خوش ہوا۔ اور پیار کرکے یہ کہا کہ میں اگر
تخت نشین ہوا تو اپنا جانشین اسکو بناؤں گا۔ پھر اسی خوشی کے عالم میں مسکرا کر یہ کہنے لگا کہ اسکی
تیوری ابھی سے چڑھی ہوئی ہے خدا خیر کرے کہیں مجھ سے باغی نہ ہو جائے مگر میں تو پھر بھی اسکو اپنا ہی پیارا
رکھوں گا۔ ودیکماری نے اپنے بچے کی تعلیم نہایت احسن طریقہ سے کی اسکی پرورش میں وہ دنیا کو
بھول گئی۔ ماؤں کو بچوں سے محبت تو ہوا ہی کرتی ہے لیکن اس ماں کی محبت ممتاز تھی اسے یقین تھا کہ
جہانگیر کا یہی جانشین ہوگا۔ جہانگیر کو بھی اپنے بچے سے بہت محبت تھی وہ گھنٹوں گود میں لیکر اپنے پیارے
بچے کو کھلایا کرتا تھا۔ کبھی کندھے پر چڑھاتا اور کبھی چھاتی پر چڑھا کر پھرایا کرتا تھا خسرو کی تعلیم
عمدہ طریقے سے ہوئی اور اسکو شائستہ طور پر ادب آداب سکھایا گیا۔ خسرو کو قدرتی راجپوتوں سے
محبت تھی اور [illegible] خسرو [illegible]

مشورے کے کبھی کچھ نہ کرتا تھا - افسوس ہے کہ اگر وہ بیماری کا عین عالم شباب میں انتقال نہ ہوتا ممکن تھا کہ خسرو
سرکشی کرتا - خسرو نیک نیت اور غریب طبیعت کا شخص تھا صرف چند نوجوان راجپوتوں اور امیرزادوں کے بہکانے سے اسنے
جہانگیر سے یہ بغاوت بھی کی بعد ازان جبتک وہ جیا ہمیشہ باپ کی اطاعت کا دم بھرتا رہا - جلال الدین
شروانی نے اسکے چال اسکی طرز معاشرت کا تذکرہ کیا ہے - وہ لکھتا ہے کہ اسکے پلنگ کے پاس چھوٹی چھوٹی الماریان
کتابونکی بھری ہوئی رکھی ہوتی تھیں محل میں آنیکے چند سال بعد اسنے اپنے خاوند ہی سے فارسی زبان بھی سیکھ لی
اور فارسی خوب بولنے لگی تھی - گفتگو سادی اور مختصر ہوتی تھی بڑی لمبی چوڑی تقریر کا جواب دو لفظوں
مین دیدیتی تھی - یہ اعلی درجہ کی حسینوں میں تھی - اسکا قد جہانگیر سے بھی ایک ہی نکلا ہوا تھا - سر کے بال
ایڑیوں تک آتے تھے حسن بلاخیز اور اسپر نگہیں ایسی کہ نظریں فطرت کی پوری ہنر کی باتیں دکھا رہی تھیں
طبیعت میں نہ دو فریب اور نہ چال بازی تھی - یہ نہ تھا کہ دل میں کچھ ہے اور ظاہر کچھ ہے - جو کچھ زبان سے نکلتی
تھی اسکا اثر دلپر ہی ہوتا تھا - یہ جیسا تھا کہ تیری باتیں مخاطب کا دل آزردہ کرینگی یا وہ انہیں
دلچسپی سے سنیگا جو کچھ کہنا صاف کہنا اور جو کچھ کہنے زبانی کرنا ایمان اور یقین سے راست بازی کرنا - خسرو کے
پیدا ہونیکے بعد وہ اور بھی سب باتوں سے بے نیاز ہوگئی تھی - جہانگیر کی اسے چندان پروا نہ تھی - ہروقت
اپنے بچے سے اپنا دل شاد رکھتی تھی - اسکے پاس خواصیں اور خواجہ سرا بھی کثرت سے تھے صرف دو تین
خواصوں کو اپنی معمولی خدمت کے لیئے رکھ لیا تھا - زیادہ جھگڑا بکھیڑا وہ پسند بھی نہ کرتی تھی - خسرو کو اسنے
خود ہی دودھ پلایا تھا حالانکہ اکبر کی یہ مرضی نہ تھی لیکن جہانگیر نے یہ مناسب سمجھا کہ میرا ہونہار بچہ کسی
اور انا کا دودھ پیئے - اگر ماں کا دودھ بچہ کو وقت معینہ تک ملے تو اس سے زیادہ اور عمدہ کوئی چیز نہیں ہو
سکتی - اسلیئے اسلام میں یہ لازم کر دیا گیا ہے کہ جبتک انا کا دودھ بچہ کو پلایا جائیگا اسکے حسب نسب ذات
طرز معاشرت شرافت کی بھی چھان بین کرے کہ پھر غلطی نہ ہو اور تحقیق کے خلاف نہ ثابت ہو -
انا کا اثر بچہ پر ضرور پڑتا ہے -

جہانگیر کی تیسری بیگم [illegible] الملقب بہ حیات النسا بیگم

دوسری شادی جہانگیر کی [illegible] بیٹی کہتا ہے [illegible] بیٹی راجہ موٹھ - ولد راجہ مالدیو
[illegible] بہ جادہ [illegible] ۱۵۸۵ع تھا - اکبر [illegible] کی نسبت راجہ کے ہاں بھیجا

راجہ نے بخوشی قبول کرلیا اور شادی کرنے پر راضی ہوگیا۔ مگر اسنے اکبر کے حضور ایک عرضداشت روانہ کی اسمین
یہ مرقوم تہا کہ مجہے فخر ہے کہ میری لڑکی حضور کے صاحبزادہ کے نکاح مین آوے لیکن اگر برات میرے
مکان پر آوے گی تو میری اور ہمعصرون مین میری عزت بڑہے گی۔ اکبر نے اسکی درخواست قبول کرلی اور اپنے
پینتیسوین سال جلوس مین بیٹے کو لیکر راجہ کے شہر مین بیاہنے پہنچا۔ اکبر نے مصلحتاً زیادہ جاہ وحشم ساتہ نہین
لیا پہربہی اسکے ساتہ کئی ہزار آدمی تہے۔ برات کا سامان نہایت پرشوکت تہا۔ سلیم یا جہانگیر لعلونی
کپڑے پہنے ہوئے تہا۔ ہم یہ پہلے لکہہ چکے ہین کہ جہانگیر مغل شاہون مین ایسا خوبصورت گذرا ہے کہ جسکی
مثال تیمور۔ یا چنگیز خان سے لیکر بہادر شاہ تک کوئی ایسا نہین ہوا۔ جہانگیر زعفرانی کپڑے زیب تن
کیئے تہا۔ صدہا قسم کے زیورات سے آراستہ تہا۔ ساتہ ساتہ جودہ بائی یعنے جہانگیر کی مان جارہی تہی۔
تمام شہر آراستہ کیا گیا تہا۔ سڑکین صاف ہوگئی تہین۔ اور تمام مکانون و دکانون پر سنہری
کام نہایت کاریگری سے کیا گیا تہا۔ کئی میل سے راجہ نے اکبر اور دولہ کا استقبال کیا۔ صدہا قسم کے کہانے
پکوائے گئے اور کئی قسم کی لطیف شراب بلوری پیالون مین رکہی گئی۔ دعوت کا ذکر کرنا غیر مفید ہے اسلیئے
ہم دو چار دلچسپ باتون کا ذکر کرتے ہین۔ جو رسمین شادی کی ہندوؤن کے ہان ہوتی ہین وہ سب جہانگیر نے
کین۔ جہانگیر کی پیشانی پر قشقہ کہنچا ہوا تہا اور وہ بہت شوق وسرگرمی سے ہندؤنکی رسمون کو پورا کررہا
تہا کسی مذہبی رسم مین کوتاہی نہ کی گئی۔ اکبر نے کہدیا تہا کہ جو رسمین تمہارے ہان ہوتی ہین سب ادا
کرنا کسی بات کا خیال دل مین نہ لانا میرا فرمانبردار بیٹا تمہاری ہر بات یا درخواست قبول کرنے کو موجود ہے۔
اور سب وہ ہی قریب قریب رسمین تہین جو ہندوؤن مین ہوتی ہین مگر دو رسمین اور نئی کیجاتی تہین جو آجکل
ہندوؤن مین متروک ہین۔ جو زمانہ ہندوؤن کی ترقی کا تہا اور جس عہد کو گولڈن ایج کہہ سکتے ہین۔ اوس
عرصہ مین ہندؤنکی شادی کا طریقہ بہی شجاعانہ اور دلیرانہ تہا۔ اگر ایک خوبصورت رانی سے کوئی شادی
کرنا چاہتا تہا تو پہلے اسپر یہ فرض ہوتا تہا کہ اپنی بہادری کے جوہر دکہلائے اور اپنے کو اپنے ہم عصرون مین
ممتاز بنائے یہ نہین تہا کہ اسنے شادی کی درخو[illegible] معمولی حسب نسب دریافت کرکے شادی کردی
ایک رانی کے خواستگار ایک جگہ جمع [illegible] کرتے تہے جو شخص سب مین قوی
اور زبردست ہوتا تہا وہی [illegible] سمجہا جاتا [illegible] ہوتی تہی۔ اس زمانہ مین
[illegible] ایک یہ شجاعت ہے [illegible]

مگر اب صرف شگون کے طور پر رکھی ہوئی تھی کیونکہ بہت زمانہ گذر گیا تھا راجپوتونکی بہادرانہ صفتیں کم ہوتی جاتی تہیں اور
اب یہانتک نوبت پہونچی کہ وہ کل صفتیں جاتی رہیں اور انکی جگہ نئی نئی باتیں پیدا ہو گئیں - جب جہانگیر
بیاہنے گیا ہے تو کئی حسین حسین لڑکے راجہ نے جمع کیئے اور بیچ میں رانی کو کہڑا کیا یہہ سب لڑکوں نے جہانگیر کے
ساتھ تیر اور بندوق سے نشانے لگائے جہانگیر ان سبھوں سے بدرجہا قوی اور زبردست تھا جب غالب آگیا تو انکی
رسم کے موافق شادی ہوگئی - شادی کے بعد راجپوتوں میں ایک یہ دستور تھا کہ رانی کو لہو کے چہینٹے [illegible] کر
[illegible] کار کرتے تھے وہی جہانگیر نے بھی کیا کہ اپنی چاہیتی رانی کو شگون کے طور پر [illegible] دوسری [illegible]
یہ دوسری رسم اسلیئے جاری تھی کہ پہلے یہ دستور تھا کہ ایک رانی کے خواستگار [illegible] حاصل [illegible] رانی کے
حصول [illegible] تھے کہ جسمیں قوت اور زور [illegible] وہ اسکو بیاہ [illegible] مارے ہی جاتے تھے اور ایک نہ ایک رانی کو
لیجاتا تھا یہی رسم انگریزوں کے ہاں بھی رائج ہے کہ جہاں گرجے میں پادری نے نکاح پڑھایا اور دولہا دولہن
کو بگھی میں سوار کرکے بھاگے پرانی جوتیاں [illegible] پھینکتے ہیں [illegible] اور دولہن [illegible] جاتے
ہیں اور لوگ انکی طرف یہ کہتے ہوئے دوڑتے ہیں لینا وہ بھاگا ہے دولہا اپنی دولہن کو لیکر ایسا بے تحاشا بھاگا جاتا ہے کہ لوگ
پیچھے پیچھے اسکے گرفتار کرنیکو لوگ دوڑتے ہیں اور پھر وہ ایک ہفتہ یا اس سے کچھ زیادہ باہر ہی نہیں نکلتا - اسکے معنی
یہ ہیں کہ چونکہ وہ لیکر بھاگا تھا اسلیئے وہ چہپا ہوا ہے غرض یہ ہے کہ شادی بیاہ کی رسمیں قریب قریب سبکی ہی
ملتی ہیں آجکل مسلمانوں میں جتنی رسمیں رائج ہیں یہ سب ہندوؤنکی ہیں جو زیب النساء اور کسیقدر نورجہان
کے عہد میں رواج پکڑ گئیں - دوسرے بڑی بات یہ تہی کہ بیٹے بھی شاہ ہندوؤں سے شادی کرنے لگے تھے
اسلیئے انکی نئی رسمیں ہندوؤنکی اہل اسلام میں رائج ہو گئی تہیں شادی کی رسمیں تو ایکطرف اکثر مسلمان سیتلا
پوجتے تھے دیوالی مناتے تھے اور دسہرہ میں وہی باتیں کرتے تھے کہ جو ہندو کیا کرتے ہیں - باہم ساتھ رہنے سے
وہ خلط ملط ہو گئے تھے - اکبر شاہ ثانی اور بہادر شاہ آخر شاہ دہلی کے زمانہ تک ہندوؤنکی ساری رسمیں کیجاتی
تہیں مسلمانوں کے تہوار ہندو منایا کرتے تھے اور ہندوؤں کے تہوار مسلمان کرتے تھے اسلیئے اس قول کے بھی مستحق
سمجھے جاتے تھے کہ ہندو مسلمانوں کو چولی دامن کا ساتھ ہے پہلے نہ تعصب تھا نہ حسد تھا - بہادر شاہ ہولی میں راکھی
اور کنگنا باندھا کرتے تھے - اور کئی شریف خاندانوں کی مستورات اہل ہنود میں سے قلعہ میں جاکر تلک وغیرہ بادشاہ
کی پیشانی پر لگایا کرتی تہیں یہی اتحاد تھا کہ جسنے دونوں معزز قوموں کو ایک رشتے میں باندھ رکھا تھا نا اتفاقی
کا کہیں نام و نشان بھی نہ تھا - جب شادی ہو چکی مہاراجہ موصوف نے اکبر کے سب سپاہیوں اور امرا [illegible]

خلعتیں دیں کہ جسکے ملازم سے لیکر اعلیٰ درجہ کے مصاحب سب ہی [illegible] درجے کے موافق خلعتیں دیکھی تھیں
رانی موصوفہ نے جہیز بھی اپنی حیثیت سے زیادہ دیا۔ بتیس ہاتھی با ساز و سامان۔ تین سو گھوڑے۔ سو خواجہ سرا۔ دو سو باندیاں
اور [illegible] لاکھ روپیہ نقد۔ یہ دیکھکر اکبر بہت خوش ہوا۔ راجہ کو میہ [illegible] کا صوبہ عطا کر دیا۔ رانی کا حسن و جمال ایسا ہی
تھا کہ جیسا ایک انسان کے لئے ممکن ہو سکتا ہے۔ اسے بچپن سے فارسی زبان سے بڑی مناسبت تھی علاوہ گفتگو
کرنے فارسی میں شعر بھی کہا کرتی تھی۔ خوش مزاج اور چالاک [illegible] تھی۔ نوجوانی اور اپنی خوب گٹھا کرتی
تھی جب نور جہاں نے اپنی لڑکی کو شاہجہان اسکے بیٹے کے حبالہ نکاح میں دینا چاہا تو اسنے انکار کر دیا کہ میں نے
لڑکے کی شادی تمہاری بیٹی سے کبھی نہیں کرونگی۔
نور جہاں۔ وجہ کیا جو تم اپنے بیٹے خورم کی میری لڑکی سے شادی نہیں کرتیں حالانکہ میری لڑکی حسین جمیل پڑھی لکھی
اور بہادر ہے۔ میدان جنگ میں دلاوروں اور جانبازوں سے [illegible] سپر ہوتی ہے اور سینان جہان کے گروہ میں
اسکا سب اول [illegible] ہے۔ علم و ادب بھی بہت اچھا جانتی ہے۔ (رانی) جتنی تم نے اپنی بیٹی کی
تعریف کی [illegible] سب ٹھیک ہیں مگر ایک عیب اس میں بہت برا ہے جس سے میں پسند
نہیں کرتی کہ اسکو اپنے بیٹے خرم کے لئے منتخب کروں (نور جہان) بات کاٹ کر اور بے صبر ہو کر کہا وہ کیا
وہ عیب کیا ہے [illegible] اور مجھے بھی تو بتاؤ (رانی) اب آپکی ضرورت کیا ہے مفت میں باہمی
کشیدگی پیدا ہوگی اور تم خفا ہو جاؤگی ہر چند رانی نے سمجھایا لیکن نور جہان ایسی ضد ہوئی کہ مجبور ہو کر
بیگم نے کہا۔ عیب یہ ہے کہ یہ تمہاری بیٹی ہے مجھے ڈر ہے کہیں اسکی تقدیر میں بھی یہی لکھا ہوا ہو کہ جو تمہاری قسمت
میں تھا۔ بیشک نور جہان [illegible] ہوئی اور اسی وقت سے خرم کی ماں سے عداوت پڑ گئی کہ جہانگیر کی نظر سے
گرا دیا [illegible] سال [illegible] خرم پیدا ہوا۔ خرم کے پیدا ہونے پر اکبر کو بہت خوشی ہوئی
[illegible] اکبر خرم کو چاہتا تھا۔ خرم پیدا ہونے پر بھی [illegible] دیا تھا اور ہر وقت کھیل کھلاتا
رہتا تھا۔ اسلئے چھٹی میں اسکا نام خرم رکھا تھا اور یہ نام اکبر ہی کا پسند کیا ہوا تھا۔ [illegible] دادا کا پیارا تھا
اور [illegible] باپ کا چہیتا تھا۔ [illegible] شفقت اور محبت سے پروان چڑھنے لگے۔ نور جہان خرم کی
ماں سے [illegible] ہو گئی تھی مگر پھر بھی شاہجہان سے وہ بہت محبت کرتی تھی اور شاہجہان بھی اماں جان کہکر پکارتا
تھا۔ [illegible] کہا ہے کہ [illegible] میر نے جب شہزادہ خرم کو دکن کی مہم پر روانہ کیا ہے تو خرم [illegible]
خواتین سلطانی سے ملنے گیا۔ جہانگیر کے بعد پہلے نور جہان سے ملنے گیا تو نور جہان نے گلے لگا لیا اور [illegible]

پہر ایک چغتا جامہ جواہرات سے جڑا ہوا شاہجہان کو پہنایا۔ اس چغہ کی قیمت ۲۵ لاکھ روپے تھے۔ سر ٹامس رو اپنے سفرنامہ مین لکہتا ہے کہ مین یہ سمجہا کہ نورجہان سے خرم کا شاید اور کسی قسم کا تعلق نہ ہوگا۔ اس خیال کی تردید فوراً ہی ایک شخص سے ہوئی۔ حیات النسا حاضر جوابی مین نورجہان سے کم نہ تہی مگر یہ اسقدر آزاد تہی جاہے جو کچہ کہہ بیٹہتی۔ اور نورجہان چونکہ موتمنہ چڑہی بہت تہی اسلیئے اسکی آزادی بہت بڑہی ہوئی تہی اس باعصمت خوش نصیب بیگم کے اور حالات تحقیق نہین ہوئے۔ یون کئی مورخون نے خامہ فرسائی کی ہے اس لیئے ہم قلم انداز کرتے ہین۔ فقط

جہانگیر کی چوتھی بیگم۔ قنات النسا بیگم۔

اس بیگم کے مختلف اور گوناگون حالات ہین۔ یہ ایک بوڑہے مولوی شاہ زمان کی لڑکی تہی۔ اسکے نکاح کا قصہ بہی عجیب و غریب ہے۔ گو وہ کسی اعلیٰ درجہ کے معتبر مورخ نے نہین لکہا ہے اسلیئے ہم خود بہی صداقت اسکی نسبت نہین جانتے تاہم مختصراً یہ نقل کیا جاتا ہے۔ اصل مین کشمیری نژاد تہی۔ اسکا باپ غریب اور مفلس تہا۔ جب یہ پیدا ہوئی تو اسکے باپ نے اس بچی کی پرورش کا بوجہ نہ سنبہالکر پاس کے ایک رشتہ دار کو فرزندی مین دیدیا۔ یہ لوگ مذہبی شیعہ تہے انہون نے اپنے طریقہ پر پرورش کیا۔ شاہ زمان کٹا سنی تہا جب اسے یہ کیفیت معلوم ہوئی کہ انہون نے میری لڑکی کو شیعہ بنا لیا ہے اسنے اپنی پلی پالی لڑکی کو واپس لینا چاہا انہون نے دینے مین حیل و حجت کی اور صاف کہدیا کہ جسقدر روپیہ ہمارا اسکی پرورش مین صرف ہوا ہے وہ حوالہ کردو تمکو تمہاری لڑکی دیدینگے۔ شاہ زمان دینے کے حق مین کوڑی دینے کو بہی نہ ہوتا تہا الٹے بگڑنے لگا کہ میرا تمہارا کب معاہدہ اس قسم کا ہوا تہا کہ مین تمہارا روپیہ واپس کرکے اپنی لڑکی لونگا۔ مین نے تمہارے ہاتہ فروخت کیا تہا اور نہ گروی رکہا تہا تم نے ثواب دارین حاصل کرنیکے لیئے اسے پرورش کیا اب یہ کتنی مشکل بات ہے کہ ثواب کا تو ثواب لینا چاہتے ہو اور روپیہ کا روپیہ لینا چاہتے ہو۔ یہ کبہی نہین ہو سکتا۔ غرض یہانتک کشمکش پیدا ہوئی کہ یہ مقدمہ گورنر کشمیر کے دربار مین گیا گورنر نے وہ لڑکی جنہون نے پرورش کیا تہا انہی کے پاس رہنے دی اور شاہ زمان کا دعوی خارج کردیا جب یہ کیفیت ہوئی تو بڈہے شاہ زمان کو بڑا صدمہ ہوا۔ کیا تو یہ نوبت تہی کہ جب جی چاہتا تہا جاکر اپنی پیاری بچی سے مل آتا تہا اور یا اب اس بوڑہے کا آنا جانا بہی بند کردیا۔ بوڑہے کا کیا مقصود تہا کہ اپنی بیٹی کو اپنے گہر رکہے۔ بوڑہا مولوی بہتیرا ادہر ادہر تلملایا مگر کسی کی اس پریشان کوشش کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

اور فنات کی حالت جو بچی کے پیدا ہونیکے وقت تھی کسیقدر دور ہوگئی تھی اسلیئے بوڑھے کی ماشتا ہی آمد آئی تھی
اور اب بڑی کوشش کررہا تھا کہ کسیطرح میری لڑکی مجھے ملجائے۔ گلی در گلی، رہتا پھرتا تھا کہ میری لڑکی فلان
شخص چھین لی مگر لوگ ٹھٹھے اڑاتے تھے اور کوئی اس بیچارہ کا مددگار ہوکر مقدمہ نہ لڑاتا تھا۔ یہ شخص خاص
لکھا پڑھا اور عالم آدمی تھا یعنی اسمین ایسی قابلیت تھی کہ جیسی ملاؤن میں ہوا کرتی ہے۔ مگر بدقسمت اس بلا کا
تھا کہ اسکا ہر ہر شاگرد سلطنت میں اعلی اعلی عہدون پر ممتاز تھا۔ اس بیچارے کو کوئی بھی نہ پوچھتا تھا کہ کہان
بھاگ رہا ہے۔ فنات النسا بڑی عاقلہ اور ہوشیار تھی وہ خاموش بیٹھی ہوئی زمانہ کا رنگ دیکھ رہی تھی اسے
اپنے بوڑھے والدین کی محبت تھی مگر وہ یہ دیکھ رہی تھی کہ اگر ابھی میں اپنے ماں باپ کے ہان چلی جاتی ہون
تو ضرور کسی نہ کسی غریب جاہل شخص سے میرا نکاح کردیگا اور پھر میری تمام زندگی وبال اور آفت میں بسر
ہوگی۔ فنات النسا بڑی لائق اور ناشند سلیقے کی عورت تھی۔ وہ خوب جانتی تھی کہ قسمت اسی چوکھٹ سے
درست و صحیح رہ سکتی ہے۔ ہان پوشیدہ پوشیدہ ابھی تک چھپ چھپا اپنے ماں باپ کو مدد دیئے جاتی تھی جب پہلی
دفعہ جہانگیر کشمیر میں پہنچا ہے تو شاہ زمان کو یہ موقع فریاد کا غنیمت ہوا اس نے جہانگیر کے دربار میں عرضی
گذرانی۔ مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی جہانگیر نے اس نونہال گلشن حسن و جمال کو طلب کیا یہ بڑے ناز و انداز
سے حاضر ہوئی۔ جہانگیر کی تیز تیز شاہی نظرین جون ہی فنات النسا پر پڑین فنا ہوتے ہوتے رہ گیا۔
(جہانگیر) تم اپنے باپ کے ہان خود نہین جاکر رہتین یا تمہارا دینی باپ یا پرورش کنندہ نہین جانے دیتا۔
(فنات النسا) نہین میرے پرورش کرنیوالے نے کبھی نہین روکا نہ جانے سے بلکہ مین چند در چند مصلحتون کی وجہ سے اپنے
باپ کے پاس نہ گئی۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ اگر مین اپنے باپ کے گھر جاتی تو پھر حضور کی زیارت کاہے کو میسر ہوتی۔
جہانگیر کی نگاہون مین فنات النسا کی وقعت بڑھ گئی اور اسے یقین ہوگیا کہ یہ پری پیکر مجھسے نکاح کرنا چاہتی
ہے۔ سردربار تو جہانگیر کچھ نہ کہہ سکا مگر دوسرے دن شبکو اسکے پاس پیغام بھیجا کہ اگر تیری مرضی ہمسے شادی کرنیکی
ہے تو ہم راضی ہین۔ فنات النسا یہ چاہتی ہی تھی اپنی خوشی ظاہر کی اور کہا کہ یہی وجہ تھی کہ مین اپنے باپ کے
گھر نہ جاتی تھی۔ شاہ زمان نے جون ہی اپنی بیٹی کی یہ کیفیت سنی خوش ہوگیا۔ اسکی خوشی معمولی نہ تھی بلکہ وہ
خوشی تھی جو بعض وقت جان سے بھی ہاتھ دھلوا دیتی ہے۔ بڑی شان سے جہانگیر نے فنات النسا سے شادی کی
قسمت دیکھئے کہان ملا کی لڑکی اور کہان اسکا سلطانہ ہونا۔ سچ ہے شعر خدا کی دین کا موسے سے پوچھئے احوال کہ
آگ لینے کو جائین پیمبری ملجائے ٭ شاہ زمان کے گھر کے ہوگئے کیا تو معمولی ملا نا تھا کشمیر کی گلیون

جوتیان چٹخاتا پہرتا تہا اور یا اب جہانگیر کا خسر بنا۔ ایکدن جہانگیر نے شاہ زمان سے دریافت کیا مولوی صاحب
آپنے اپنی لڑکی کا نام فنات النسا کیون رکہا یہ نام کچہ زیادہ موزون نہین رکہا۔ مجہے یاد پڑتا ہے کہ مین نے
اس قسم کا نام کبہی نہین سنا۔ (ملا) حضور۔ یہ لڑکی میری فلاکت او مصیبت کی یادگار ہے۔ میرا درجہ فنا تک
پہونچگیا تہا۔ سب یہ میرے ہان پیدا ہوئی تہی باپ سنی۔ بیٹی شیعہ۔ دونونکی کبہی کبہی مذہب کے معاملہ مین چہیڑ چہاڑ
ہوا کرتی تہی۔ افسوس ہے کہ شادی بوڑہے شاہ زمان کو … ہی مہینے رہی جب جہانگیر پہاڑون سے اتر رہا تہا
پینچال پر بوڑہے شاہ زمان کے خچر کا پیر پہسلگیا پہر اسکا پتہ نہ لگا کہ وہ کہان گیا۔ نعش کی تلاش مین ملازمان
شاہی نے تمام پہاڑ کو چہان ڈالا لیکن کہین پتہ نہ لگا۔ نورجہان اور فنات النسا کی ہم مذہب ہونے کے
سبب خوب پٹتی تہی دونون شب و روز یہ کوشش کرتی تہین کہ جہانگیر کو اپنے کینڈے کا بنا لین۔ نورجہان
ایک عاقلہ عورت تہی شاہی محل مین پرورش پائی تہی وہ شاہی مزاج کا تار سمجہتی اور بخوبی جانتی تہی۔ آزاد
تہی مگر اسکی آزادی پابندی کے ساتہ تہی۔ خوش مزاج حاضر جواب تہی۔ ان سب باتون مین تہذیب دانائی
کوٹ کوٹ کر بہری ہوئی تہی۔ فنات النسا حسین ہی تہی لکہی پڑہی بہی تہی پہر بہی وہ شاہی مزاج کو نہ پاتی تہی
اپنی آزادی کے خیال مین اسکے جو کچہ آتا کہہ جاتی اور اسی کو وہ اپنی عمدگی اور آزادی جانتی اور شاہون کی
اور بیگمون مین فخر سے کہتی کہ جہانگیر محبت سے ایسا دبا ہوا ہے کہ جو کچہ مین چاہتی ہون کہہ سکتی ہون۔ شاہون کے
مزاج کی کیفیت سعدی علیہ الرحمہ اپنی گلستان مین خوب لکہی۔ لیکن کہتا ہے گاہے بسلامے برنجند و گاہے بدشنامے خلعت دہند
اسکو پڑہکر بہی اسے عقل نہ آئی تہی۔ ایکدن جہانگیر قلعہ اکبرآباد سے چاندنی مین دریا کی سیر کر رہا تہا چاندنی
خوب چٹک رہی تہی۔ چاند کا سورج ہالہ گردہ اپنے دورہ کی تکمیل کر چکا تہا مئے ارغوانی کا میٹہا سرور جہانگیر
کے دماغ مین لمحہ بلمحہ اپنا گہر کرتا جاتا تہا۔ نورجہان اپنی بلبل اور سحر خیز آواز سے جہانگیر کا شیرین سرود
سنا رہی تہی۔ سوائے فنات النسا اور نورجہان کے اور کوئی تیسرا شخص نہ تہا۔ رات کے دو بج چکے تہے۔ آسمان کی
.. وہ چادر صاف اور غیر ملیا رہی کسی نے … نہتا۔ یہ شب نہایت اور صاف تہی۔ آسمان کی
گہری نیلی چادر سے چاند چہوڑی اور حالت و … ندی روشنی ڈال رہا تہا۔ اسکی شعاعین
نورانی چادر غنودہ زمین اور آہستہ آہستہ چہتے در … ی حالت وقت مین بے شمار جگمگ
جگمگ کرتے ہوئے ستارے پاک اور مقدس فرشتون کی آنکہین معلوم ہو رہے تہے کہ جنکی ستارون کی
… مین چمکتی ہوئی آنکہین افسردہ اور مایوس دلونکے لیئے امید ہین اور ویران و برباد شدہ کے لیئے

تہہ دی کا سہرا بندھا ہین ... کا رب بہت صالح تھین جہانگیر نے فنات النسا سے دریافت کیا کہ یہ وقت بھی
کیسا خوش وقت ہے۔ (فنات النسا) حضور واقعی یہ وقت بہت اچھا ہے عابد عبادت مین سرگرم ہین اور مے خوار
اپنے سرور مین مست ہین۔ چونکہ یہ فقرہ جہانگیر کو اچھا نہ معلوم ہوا مست حالت مین عابد یا زاہد کی عبادت کا
کیا ذکر تھا۔ جہانگیر نے نور جہان سے مخاطب ہو کر کہا۔ یہ تیز چاندنی دیکھیے نشہ کی بھی کیا ہی کیفیت رہی ہے
(نور جہان) عکس مہتاب کہ فتادہ ست بجام مے لعل ۔ دو رنگین دل ما شاہد گل پیرہن است۔ اس سے جہانگیر
بہت خوش ہوا اور اپنے گلے کا موتیون کا کنٹھا اتار کر نور جہان کے گلے مین ڈالدیا۔ فنات النسا کو یہ بہت
برا معلوم ہوا اسنے جوش مین آکر یہ شعر پڑھا۔ شعر۔ صد خریدار لبسو ... گر تو از ہر طرفے ۔ رفتہ از ہوش ہمہ
نقد دل بر کف دست ۔ جہانگیر نشہ مین تھا اسپر کچھ توجہ نہ کی۔ ناچار فنات النسا اٹھکر بغیر اجازت چلی گئی۔ جہانگیر
کو دوسرے دن سخت برا معلوم ہوا پھر مدت تک جہانگیر اسکے محل مین نہ گیا۔ شہزادہ پرویز اسی کا بیٹا تھا۔ اس
واقعہ مین مورخون کا اختلاف ہے۔ جہانگیر کی فنات النسا کو بھی چندان پروا نہ تھی وجہ یہ تھی۔ فنات النسا
ہر وقت شراب مین بہت مخمور رہتی تھی۔ شراب پینے مین جہانگیر سے بھی دو قدم آگے تھی۔ بعض مورخ لکھتے
ہین کہ شراب کی شدت نشہ نے مار ڈالا۔ اور بعض یہ کہتے ہین کہ جہانگیر نے اس جرم مین کہ یہ شراب پیتی ہے
مروا ڈالا تھا۔ یہ روایت صحیح نہین معلوم ہوتی۔ شراب نے ہی اسکے قتل کا دھبہ اپنے دامن پر لیا۔
فنات النسا کو جلال الدین مرزا نے لکھا ہے کہ سوائے مذہبی مباحث کے اور کچھ کام نہ تھا۔ نور جہان جس قدر
جہانگیر کی دلجوئی مین اپنا وقت صرف کرتی تھی اسی قدر فنات النسا اپنا وقت جہانگیر کی اپنے سے
نفرت بڑھانے مین گذارتی تھی۔

ایک مورخ نے لکھا ہے کہ فنات النسا شعر بھی موزون کر لیا کرتی تھی جیسے کہ مفصلہ ذیل شعر
اسکی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ شعر۔

ست

ماست